جلد 1 شمارہ 11 جنوری 2000ء شوال المعظم 1420ھ

ماہنامہ

عالمگیر محبت،
احترام آدمیت
اور اصلاح و
فلاح انسانیت
کا علمبردار

گوجرانوالہ

# آدمیت

## سلسلہ عالیہ توحیدیہ

# اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر، مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت، حسد و بغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا، عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا، تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت، اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

**سلسلہ عالیہ توحیدیہ**

ماہنامہ گوجرانوالہ

# آدمیت فلاح

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 1 شمارہ 11 جنوری 2000ء شوال المعظم 1420ھ





قیمت ———— 15/- روپے ———— سالانہ فنڈ ———— 150/- روپے



شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ :Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ :Ph:0431-260734



پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا



Fax: No. +92-431-255519

E-mail: asbm@guj.pol.com.pk


## سلسلہ عالیہ توحیدیہ

# اس شمارے میں

# اداریہ

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کا کس قدر فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے سچے دین یعنی اسلام سے سرفراز فرمایا اور اتنا ہی نہیں بلکہ ہمیں پاکستان ایسا ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال ملک بھی عطا فرمایا تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کو اپنے اوپر باسانی نافذ کر سکیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم ان عظیم انعامات پہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرتے اور خود کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیتے مگر ہم نے شکر کی راہ اختیار کرنے کی بجائے ناشکری کا ارتکاب کیا۔ اور اس ناشکری کی وجہ سے ہم نے بحیثیت قوم کفر کی روش اختیار کر لی۔

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کفرو ناشکری کرنے والی اقوام پہ عذاب نازل کرتے ہیں بلکہ قرآن مجید کے مطابق تو ایسے عذاب اور سختیاں ہم اپنے لئے خود تجویز کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم آزاد مملکت کے ہوتے ہوئے بھی غلامی سے بدتر زندگی گذار رہے ہیں۔ نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ بحیثیت مسلمان ہم پہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے کیا حقوق و فرائض ہیں جو ہمیں ادا کرنے ہیں اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارا مقصود حیات کیا ہے؟ بس حال یہ ہے کہ بھیڑ بکریوں کی طرح ہمارے مغربی مالک ہمیں جس طرف چاہتے ہیں ہانک کر لئے جا رہے ہیں۔ کسی حکمران کو قوم کی اس ابتر حالت کو بدلنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ ہمارے حکمران نہ تو اسلامی نظریہ پاکستان کا شعور و احساس رکھتے ہیں اور نہ ہی انکے افکار و نظریات ایک مسلم قوم کے حکمران ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اگر کوئی اس کی اصلاح کا تھوڑا بہت درد بھی رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی مکمل قدرت بھی عطا کی ہوئی ہے پھر بھی وہ اصلاح و علاج کے وہ طریقے استعمال کرتا ہے جس سے مرض گھٹنے کی بجائے مزید بڑھ جائے۔ ملک پاکستان کے حکمرانوں نے کبھی بھی وہ درد محسوس نہیں کیا جو عام آدمی محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اس وقت نہ تو اسلامی تعلیمی نظام ہے اور نہ ہی معاشی ڈھانچہ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں بے ایمانی اور رشوت ستانی کا ایک

طوفان برپا ہے اور اس پر پلنے والے افراد پھل پھول رہے ہیں جب کہ ایماندار اور صالح افراد روٹی کے حصول میں گرد راہ بن چکے ہیں۔ جس قوم کو زبردستی قرضوں کے جال میں جکڑ کر مفلسی و جہالت کے تحائف دیئے جائیں وہ یقیناً" نفسانفسی اور انتشار کا شکار ہی ہو گی کیونکہ جب ایک شخص دو وقت کی روٹی کے چکر سے باہر ہی نہ نکلے گا تو وہ خاک اپنی زندگی کے مقاصد کی جانب مائل ہو گا۔

ہماری سنگین کوتاہیوں کے باوجود پاکستان اپنے ظاہری ڈھانچے پر قائم ہے جو ایک معجزے سے کم نہیں۔ شاید ہمارے آباؤ اجداد کی بیمثال قربانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈھیل دے رکھی ہے۔ لیکن یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اگر ہماری یہی روش برقرار رہی تو کسی وقت بھی ایک اندوہناک صورت حال ہمارا مقدر بن سکتی ہے۔ ہماری دنیا تو برباد ہو گی ہی آخرت میں بھی رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت ناک عذابوں سے محفوظ فرمائے آمین۔

اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں بحیثیت فرد اور قوم خود احتسابی کی توفیق عطا فرمائے۔ پوری قوم کو اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے مومن سربراہ کی بھیک مانگنی چاہیئے جو پوری قوم کو غیروں کی محتاجی سے نکالے اور فقر محمدی ﷺ کی جانب راغب کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(اقبالؒ)

(والسلام۔ عبدالقیوم ہاشمی)

(ادارہ فلاح آدمیت کی طرف سے قارئین کو عید مبارک)

# درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ! "بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو"

تشریح! اہل دنیا کو ابتدا سے ہی کسی عالی مرتبت رہنما کی ضرورت تھی۔ خالق کائنات نے اپنی مخلوق کی دوسری فطری خواہشات کی تکمیل کی طرح اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے محمد عربی ﷺ کو عالم آب و گل کی رہنمائی کا فریضہ سونپا۔

اسی رہنمائی کی بدولت انسانوں کو فلاح دارین حاصل ہوئی۔ ایک مومن بندہ آپ ﷺ کے اس احسان سے کبھی بھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو کائنات نہ ہوتی۔ نہ انسان دنیا و آخرت کی ان گنت نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کے بالمقابل طاغوتی طاقتیں بھی اپنی پوری شدت کے ساتھ مصروف عمل رہیں۔ ہدایت کے نام پر گمراہی پھیلاتی رہیں۔ اور گلزار ہستی کو جہنم میں تبدیل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیا۔ ذہنی آوارگی اور الحاد کے فروغ کے لئے اپنی ہر متاع کو قربان کر دیا۔

دین اسلام کو مٹانے کے لئے سارے حربے ناکام ہو گئے۔ بے بس اور بے خانماں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے مگر ان کا جذبہ ایمان کسی طرح کم نہ ہوا۔ انہوں نے اپنا وطن، گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ دیا۔ مگر دامن مصطفیٰ ﷺ کو مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

مدینہ طیبہ پر بار بار یورش کی گئی مگر ناکامی و نامرادی ان کا مقدر بن گئی۔ ذات اقدس ﷺ پر بے جا الزامات کی بوچھار کی گئی تاکہ اسلام کی ترقی رک جائے۔ اور لوگ رشد و ہدایت کی نورانی شمع سے منہ موڑ کر دوبارہ گمراہی کے راستہ پر چلنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرما کر ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور فرمایا کہ میرا حبیب ﷺ ایسی بے مثال ہستی ہے جس کی ثناء میں خود کرتا ہوں۔ میرے ان گنت فرشتے دن رات ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اگر کفار میرے رسول ؐ کی شان عالی میں زبان طعن دراز کرتے ہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس آیت مبارکہ میں فعل صلوۃ کے تین فاعل ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ 2۔ فرشتے 3۔ اہل ایمان

جب یہ فعل اللہ رب العزت سے ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ پروردگار عالم اپنے محبوب ﷺ کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔ دنیا میں انکی عزت بڑھاتا ہے۔ ان کے دین کو غالب رکھ کر قیامت تک آپ کی لائی ہوئی شریعت کو باقی رکھے گا۔ آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اجر و ثواب عطا فرمائے گا آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

جب اس فعل کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور پیارے رسول ﷺ کے درجات کی بلندی کے لئے دست دعا ہیں اور آپ پر رحمتوں کے نزول کے لئے دامن پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ تم بھی دعا کرو کہ اے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذکر کو بلند فرما اس کے دین کو غلبہ عطا فرما۔ انکی شریعت کو تا حشر باقی رکھ۔ اس دنیا میں انکی شان کو بلند فرما اور روز حشر ان کی شفاعت کو قبول فرما۔ ان کے درجات کو بلند فرما اور ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرما۔ ہم نہ تو شان رسالت کو پوری طرح جان سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں۔ اللھم صلی علی محمد مولا کریم صرف تو ہی اپنے محبوب کی شان اور قدر و منزلت سے پوری طرح واقف ہے اس لئے ہماری طرف سے تو ہی اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیج جو انکی شان کے شایان ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اور جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود پڑھے گا۔

بندہ مومن پر ایک دفعہ درود پڑھنے سے دس بار خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ لہٰذا درود پاک کا ذکر کثرت سے کرنا چاہئے۔ فقہاء کہتے ہیں کہ 300 سو دفعہ درود پڑھنا کثرت میں داخل ہے۔ ماہ رمضان جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنا مہینہ کہا ہے۔ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہیے تاکہ رحمتوں اور برکتوں کے زیادہ سے زیادہ حقدار بن سکیں۔

محمد ﷺ کی اطاعت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

# درس حدیث

رانا محمد اعجاز

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلہ منھن کانت فیہ خلصہ من النفاق حتی یدعھا اذا اوتمن خان واذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر (بخاری و مسلم)

ترجمہ! "حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس کا حال یہ ہے کہ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے اور وہ اسی حال میں رہے گا جب تک کہ اس عادت کو چھوڑ نہ دے اور وہ چاروں عادتیں یہ ہیں کہ جب اس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب کسی سے جھگڑا اور اختلافات ہو تو بد زبانی کرے۔"

حقیقی اور اصلی نفاق انسان کی جس بدترین حالت کا نام ہے وہ تو یہ ہے کہ آدمی نے دل سے اسلام کو قبول نہ کیا ہو یعنی دل سے اس کا منکر اور مخالف ہو لیکن کسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو مومن و مسلم ظاہر کرتا ہو جیسا کہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں عبداللہ ابن ابی وغیرہ مشہور منافقین کا حال تھا۔ یہ نفاق دراصل بدترین اور ذلیل ترین قسم کا کفر ہے اور ان ہی منافقین کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ

"ضرور بالضرور یہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے"

لیکن یہ بعض بری عادتیں اور خصلتیں بھی ایسی ہیں جن کو ان منافقین سے خاص نسبت اور مناسبت ہے اور وہ دراصل ان ہی کی عادتیں اور خصلتیں ہیں اور کسی

صاحب ایمان میں ان کی پرچھائیں بھی نہیں ہونی چاہیے پس اگر بدقسمتی سے کسی مسلمان میں ان میں سے کوئی عادت ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس میں یہ منافقانہ عادت ہے اور اگر کسی میں بدبختی سے منافقوں والی وہ ساری عادتیں جمع ہو جائیں تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی سیرت میں پورا منافق ہے۔

الغرض ایک نفاق تو ایمان و عقیدے کا نفاق ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے لیکن اس کے علاوہ کسی شخص کی سیرت کا منافقوں والی سیرت ہونا بھی ایک قسم کا نفاق ہے۔ مگر وہ عقیدے کا نہیں بلکہ سیرت اور کردار کا نفاق ہے اور ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔

اس حدیث مبارکہ میں رسول کریم ﷺ نے خصائل نفاق میں سے چار کا ذکر فرمایا ہے۔

کہ اگر کسی کو امین بنایا جائے تو وہ خیانت کرے دوسرا بات بات پر جھوٹ بولے تیسرا وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے چوتھا بد زبانی کرے۔ جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ اس میں ایک منافقانہ خصلت ہے اور جس میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوں تو وہ شخص اپنی سیرت میں خالص منافق ہے۔

ہمارے معاشرے میں بگاڑ کی سب سے بڑی وجہ ان منافقانہ خصلتوں کا ہونا ہے اسی وجہ سے ہم تنزل کا شکار ہیں الغرض حقیقی اسلامی معاشرے کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم نفاق کی ان خصلتوں کو چھوڑ دیں اور خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کر کے راہ نجات حاصل کریں۔

صدائے فقیر

# ملت ابراہیمی

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

اللہ تعالیٰ کے دین کا اولین اصول عقیدہ توحید ہے۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کو بھی اپنا رب' الٰہ اور نفع و نقصان کا مالک تسلیم نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی ہستی کو اس کا شریک ٹھہرانا ظلم عظیم اور ناقابل معافی جرم ہے۔ تمام انبیاء اللہ کی توحید اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ آپ کو ابو الانبیاء یعنی نبیوں کا باپ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کے خانوادہ میں سے اکثر کو شرف نبوت سے نوازا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو روحانی بادشاہت کے ساتھ ساتھ دنیوی تاج و حکومت سے بھی مشرف فرمایا۔ قرآن کریم میں آپ کے جس کردار کا خصوصیت کے ساتھ بار بار ذکر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ شرک کی ہر آلائش سے یکسر پاک توحید کے عقیدہ پر قائم اور ہر طرف سے منہ موڑ کر خالق کائنات کی بندگی میں یکسو ہو گئے تھے۔ یہی تعلیم ان کے بیٹوں' پوتوں اور پڑپوتوں کو وراثت میں ملتی چلی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ ہی کی اولاد میں سے تھے اور انہوں نے بھی دین حق ہی کی تعلیم دی تھی۔ لیکن بعد میں ان کے ماننے والوں نے مسلم بنے رہنے کی بجائے' اللہ کے دین میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف کر کے تفرقہ پیدا کیا اور یہودی اور نصرانی گروہوں میں بٹ گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی عظمت کی بجائے اپنے اپنے فرقوں کی فضیلت کے گن گانے لگے۔ ان کے نزدیک بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کا انحصار اللہ تعالیٰ کے اقرار' یوم آخرت پر ایمان اور اعمال صالح کی بجائے ان کے من گھڑت اور خود ساختہ عقائد پر ایمان لا کر یہودی یا نصرانی بن جانے پر ہو گیا۔ اس طرح اللہ کا سچا دین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ خرافات کی دھول میں گم ہو گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء کا ظہور آپ کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوا اور اس سلسلہ مبارکہ کی آخری کڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں

بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام دونوں نے مل کر کی تھی۔ اس دوران میں انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ انہیں خاص اپنی مطیع اور تابع فرمان امت بنانا اور انہی میں سے انبیاء کے سردار اور رسول آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور فرمانا۔ اس دعا کی قبولیت کے ثبوت کے لئے یہ امر لازمی تھا کہ اس خاص رسول علیہ السلام کا ظہور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہی ہو۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور انہی کی نسل سے حضور سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور پر نور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ میرے دین کا حقیقی رنگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر نکھار آجائے اور یہ اعلان کرنے کی تلقین فرمائی کہ اللہ کی ہدایت یہودی یا نصرانی بننے سے نہیں بلکہ شرک سے پاک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مسلک کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملته ابراهیم حنیفا واتخذ الله ابراهیم خلیلا (النساء ۔ 125)

"اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اپنا منہ اللہ کی طرف کر لیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور وہ ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا پیروکار ہے جو یکسو مسلمان تھے اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا تھا"

حضور نبی کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہی میں سے تھے۔ مشرکین مکہ، اہل یہود اور نصاریٰ اپنے مذہبی اختلافات کے باوجود اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے اتحاد کو ممکن بنانے کے لئے سب کے لئے قابل قبول بنیاد فراہم کر دی۔ اور اپنے آخری رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ خود بھی ملت ابراہیمی کا اتباع کریں اور ان تینوں گروہوں اور تمام لوگوں کو بھی اسی کی دعوت دیں۔ تاکہ یہ لوگ آپ کی تعلیم کو اجنبی جان کر بدک نہ جائیں اور قرآن کریم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور گذشتہ تمام انبیاء کی تعلیم کی جامع اور تکمیل شدہ صورت جان کر اس کی طرف اپنائیت کے ساتھ رجوع کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام، توحید کی تعلیم کی عظمت اور اللہ کے آخری رسول ﷺ کے توسط سے عطا کئے

جانے والے عالمگیر آئین کی خصوصیت پہلے پارہ کے آخر میں بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہے ہم یہاں ان آیات مبارکہ کا صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں تاکہ "ملت ابراہیمی" کا مفہوم واضح ہو جائے اور یہ بات ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد نے ہمیشہ مسلم ہونے پر فخر کیا اور آنے والی نسلوں کو بھی اسلام پر قائم رہنے اور اسلام کی حالت ہی میں مرنے کی تلقین کرتے رہے وہ اسلام جس کے معنی اللہ کے سامنے گردن جھکا دینے کے ہیں۔

"جب اللہ تعالیٰ نے چند باتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم کو لوگوں کا امام بناؤں گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ میری اولاد میں سے بھی پیشوا بنائیے۔ اللہ نے فرمایا کہ میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔ اور جب ہم نے اپنے گھر خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا فرما۔ تو اللہ نے فرمایا کہ جو کافر ہو گا میں اس کو بھی کسی قدر متمتع کروں گا مگر پھر اس کو عذاب دوزخ کے لئے ناچار کر دوں گا اور وہ بری جگہ ہے اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے تو دعا کئے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور دیکھنے والا ہے اے ہمارے پروردگار ہم دونوں کو اپنے لئے مسلمان بنائے رکھیو اور ہماری اولاد میں سے بھی اپنے لئے امت مسلمہ بناتے رہیو اور ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حالات پر رحم فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان کے دلوں کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحب حکمت ہے اور ملت ابراہیمی سے کون روگردانی کر سکتا ہے سوائے اس کے جو نہایت نادان ہو۔ ہم نے تو اس کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صلحاء میں ہوں گے۔

اور جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو انہوں نے عرض کی کہ میں رب العالمین کے آگے سر اطاعت خم کرتا ہوں اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی

اور یعقوب نے بھی اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ بیٹا اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اس کے لئے مسلمان ہیں۔ یہ ایک امت تھی جو گزر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور جو وہ کرتے تھے انکی پرسش تم سے نہیں ہو گی۔ اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو سیدھے راستے پر لگ جاؤ۔ اے میرے رسول ﷺ آپ کہہ دیں کہ نہیں بلکہ ہم ملت ابراہیمی اختیار کئے ہوئے ہیں جو ایک خدا کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اے اہل ایمان تم بھی کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو دوسرے نبیوں کو انکے پروردگار کی طرف سے ملیں ان پر ایمان لائے۔ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے یعنی مسلمان ہیں۔ تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو وہ بھی ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیرلیں اور نہ مانیں تو پھر وہی ہیں ضد پر۔ اور ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ کافی ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ کا رنگ اختیار کر لیا اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ اور ہم اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت میں ہیں۔ اے یہود و نصاریٰ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور انکی اولاد یہودی یا عیسائی تھے۔ آپ کہہ دیں کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی انکو وہ ملے گا جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ ملے گا جو تم نے کیا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہو گی" (البقرہ 124 تا 141)

ملت ابراہیمی کی حقیقت جان لینے کے بعد معمولی غور و فکر سے ہی ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اس وقت پیغمبر آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے والی ملت ہی ملت ابراہیمی پر گامزن ہے) اور بت

پرستی کے ہر شائبہ سے پاک خالص توحید کی راہ پر عمل پیرا ہے۔ امت مسلمہ ہی ان کے تعمیر کردہ بیت اللہ کو اللہ کے حکم سے اپنا قبلہ اور سجدوں کا مرکز بنائے ہوئے ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنے پیارے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے جو تیاری کی اور جس عظیم قربانی کی انوکھی مثال پیش کی آج دنیا بھر میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ ہر سال اس واقعہ کی یاد میں جانور ذبح کر کے قربانی کی عید مناتی ہے۔ آپ نے صدیوں پہلے اللہ کے حکم سے بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے دنیا بھر کے انسانوں کو جو دعوت دی اس کی تعمیل میں ہر سال لاکھوں فرزندان اسلام لبیک اللھم لبیک پکارتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے سے کھنچے چلے آتے اور مقررہ ایام میں مکہ مکرمہ پہنچ کر فریضہ حج ادا کرتے ہیں آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش و جستجو میں صفا و مروہ کے ٹیلوں کے درمیان جو سات چکر لگائے تھے اہل ایمان حج اور عمرہ کے دوران اسی انداز میں سعی کر کے اس مقبول بارگاہ منظر کو دوام بخشے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معجزے کے طور پر جو میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا چشمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے نیچے سے جاری فرمایا اس کے مبارک پانی کا تحفہ بیت اللہ کی زیارت سے واپس لوٹنے والے خوش نصیب حجاج کے توسط سے مسلم دنیا کے کونے کونے میں پہنچتا ہے۔ نماز دین اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان روزانہ پانچ وقت کی نماز شروع کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کا محبت میں بولا ہوا بول دہراتے ہیں جو یہ ہے۔

انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین (الانعام)

"میں سب طرف سے منہ موڑ کر اپنا چہرہ اللہ کی طرف یکسو ہو کر کرتا ہوں۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"

اسی طرح نماز ختم کرنے سے پہلے آپ کی مانگی ہوئی دعا رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ........ پڑھ کر اپنے لئے' اپنے والدین کے لئے اور تمام مومنین کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کی جاتی ہے۔ نماز کے دوران جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس کا تو نام ہی درود ابراہیمی رکھا گیا ہے۔ امت مسلمہ میں جو بچوں کا ختنہ کیا جاتا ہے اور سر مونڈا جاتا ہے یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ کی وجہ سے شعائر اسلام بنے ہیں۔ الغرض ان تمام امور سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے والے اور صحیح

معنوں میں اتباع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں۔

ما کان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ان اولی الناس بابرهیم للذین اتبعوه وهذا النبی والذین امنوا والله ولی المومنین ○ (ال عمران 67 تا 68)

ترجمہ! "ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور اسی کے تابع فرمان تھے اور مشرکوں میں نہ تھے۔ ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ نبی آخرالزمان اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا کارساز ہے"

یہ حقیقت تمام انسانوں خصوصاً یہود و نصاریٰ کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اللہ کے آخری رسول علیہ السلام اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم فرقان حمید پر ایمان لا کر بنی نوع انسان کی وحدت کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے میں معاونت کریں۔ امت مسلمہ گذشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی عصمت اور ان پر نازل کی جانے والی کتابوں کی صداقت پر پختہ ایمان رکھتی ہے۔ گذشتہ ادوار کے تقاضوں کے عین مطابق ان تمام انبیاء کی نبوتیں محدود علاقے اور محدود وقت کے لئے ہوتی تھیں۔ ان کی تعلیم نعوذ باللہ کسی پہلو سے بھی ناقص ہرگز نہ تھی بلکہ وہ مبنی برحق اور اس قوم، اس زمانے اور اس علاقے کی ہدایت کے لئے بالکل کافی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا تھا۔ ان کے برعکس اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی نبوت کا امتیاز یہ ہے کہ آپؐ کسی ایک قوم یا ایک خطہ زمین کی طرف نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہیں اور اللہ کا آئین اپنی کامل ترین صورت میں نازل کر دیا گیا کہ اس کے بعد اب کسی نبی اور کسی کتاب کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اگرچہ تمام انبیاء کی تعلیم کی بنیاد یہی تھی کہ انسان طاغوت کا انکار، اللہ کی الوہیت و ربوبیت کا اقرار اور اپنی عبدیت کا اظہار کرے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو حالات و واقعات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں ان میں توحید کا رنگ چھایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ کے توسط سے بنی نوع انسان کے لئے جو عالمگیر آئین عطا ہوا اس میں بھی ہر قسم کے شرک کی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور پورے کے پورے دین پر اللہ کی توحید کا ہی غلبہ دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کریم کی سورت الانعام کی آخری پانچ آیات بینات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"اے میرے رسول ﷺ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے۔ دین

صحیح، ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں میں نہ تھا۔ آپ ﷺ یہ بھی کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول مسلم یعنی فرماں بردار ہوں۔ آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں اور وہ تو ہر چیز کا رب ہے اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو جن جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے وہ تم کو بتا دے گا اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو نائب بنایا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے" (الانعام 161 تا 165)

اللہ تعالیٰ کی یہ آخری کتاب ایک مکمل نظام حیات عطا کرتی ہے۔ اس میں تمام بنی نوع انسان کے لئے نور ہدایت اور رحمت کا پیغام ہے۔ اس لئے اس سے دور بھاگنے کی بجائے اس کے قریب آئیں یہ آپ کو اپنا گرویدہ بنا لے گی۔ آپ کھلے دل و دماغ سے اس میں تدبر و تفکر کریں یہ تعصب کے اندھیروں سے نکال کر آپ کے دل کو منور کر دے گی۔ اس کے اندر ان بیماریوں کے لئے شفاء کا سامان ہے جو سینوں کے اندر چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے قرآن کریم کی تعلیم کا جو عملی نمونہ پیش کیا اس اسوہ حسنہ پر پوری یکسوئی سے عمل پیرا ہو کر ہی ملت ابراہیمی کے تقاضے پورے کئے جا سکتے ہیں دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے اس کے سوا کوئی طریقہ اور کوئی دوسرا ذریعہ اور نظام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قل صدق اللہ فاتبعوا ملتہ ابراہیم حنیفا ○ وما کان من المشرکین ○ (ال عمران۔ 95)

"آپ فرما دیں کہ اللہ نے سچ فرما دیا۔ پس ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف اللہ کے ہو گئے اور مشرکوں سے نہ تھے"

(ادارہ فلاح آدمیت کی جانب سے قارئین کو عید مبارک)

# خواجہؒ کے خطوط

(ترتیب و تدوین خالد مسعود)

## 1۔ توحیدی عقائد

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 1963-8-17)

"سنا ہے ملتان میں حلقہ قائم ہو گیا ہے۔ ہمارا سلسلہ اور تعلیم دوسرے حلقوں سے بالکل مختلف ہے اس لئے حلقہ قائم کرنے سے پہلے اپنے توحیدی عقائد اچھی طرح لوگوں کو سمجھا دینے چاہئیں اور جو ان میں پکے ہوں صرف ان کو شامل کرنا چاہئے"

## 2۔ اصلاح اخلاق

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1966-3-4)

"آپ ہفتہ وار حلقہ کے بعد پیر بھائیوں کو کچھ نصیحتیں بطور لیکچر ضرور کیا کریں جس میں توحیدی عقائد و اخلاق کے متعلق خاص کر سمجھایا کریں۔ کرامات کی کہانیاں یہ سب فضول باتیں ہیں۔ ہمارا حلقہ تو اصلاح کرنے اور خدا کا قرب حاصل کرانے کے لئے بنایا گیا ہے کرامتیں دکھانے کو نہیں"

## 3۔ دعا ضرور مانگیں

(بنام محمد قاسم صاحب 1962-1-19)

"اللہ تعالیٰ سے دعا ہمیشہ مانگنی چاہئے۔ اس سے رشتہ قائم رہتا ہے اور تعلق بڑھتا رہتا ہے۔ دعا نہ مانگنا غرور اور بیگانگی کی نشانی ہے"

## 4۔ دل سے دعا

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1968)

"حلقہ میں الحمد للہ 80 فیصد آدمی تو اہل دل ہی ہیں۔ انہی میں بہت سے ولایت صغریٰ اور بہت سے ولایت کبریٰ کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ باقی رہا دل سے دعا کرنا تو یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جب دعا قبول کرنی ہوتی ہے تو دل سے نکلتا ہے ورنہ زبان سے یا صرف ہونٹوں سے۔ خیر دعا کرتے رہیں جیسی بھی ہو"

## 5۔ پرانی فقیری اور حلقہ توحیدیہ

(بنام محمد قاسم صاحب 1962-2-15)

"ہمیشہ خوش رہا کریں اور کام کرتے رہیں۔ ہماری قوم ایک سوئی ہوئی قوم نہیں مردہ قوم ہے۔ سوتے ہوئے کو اٹھایا جا سکتا ہے لیکن مرے ہوئے کو زندہ کرنا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ بہر حال کوشش کئے جاؤ شاید اللہ کو رحم آ جائے۔ یہ حلقہ میں نے بنایا ہی اس لئے ہے کہ پرانی فقیری میں جو بے عملی اور سکر پایا جاتا ہے اس کو دور کیا جائے۔ لیکن لوگ اس طرف آتے ہوئے گھبراتے ہیں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ نشہ اور سرور کی مستی میں مگن پڑا رہے اور کچھ نہ کرے۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف چلتے ہیں۔ یہ خود بھی تباہ ہوں گے اور اپنے بال بچوں کو بھی تباہ کریں گے"

## 6۔ فقر محمدی ﷺ کا حصول

(بنام محمد قاسم صاحب 1964-1-15)

"میں لوگوں کو فقر محمدی ﷺ سکھاتا ہوں اور یہ وہی لنگا پن۔ شریفوں میں طاقت آ جاتی ہے یا اختیار مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو تنگ نہیں کرتے بلکہ خدمت و تعمیر میں مصروف رہتے ہیں۔ کمینوں کو طاقت مل جاتی ہے تو وہ لوگوں کو دکھاتے' شیخی مارتے اور ستاتے پھرتے ہیں۔ یہ ہے آج کل کی فقیری جسے مٹانے کے لئے اللہ نے حلقہ توحیدیہ بنایا ہے تاکہ مسلمانوں کو فقر محمدی ﷺ پھر حاصل ہو جائے"

## 7۔ تفریح نہیں کام

(بنام محمد قاسم صاحب 1964-2-27)

"میری طرف سے عارف صاحب کو کہہ دیں کہ آپ نے جو شرط پیش کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرا دوں تو آپ حلقہ میں شریک ہو جائیں گے تو میں اس شرط کو پورا نہیں کر سکتا۔ دوسرے آپ کی باتیں اور آپ کا مزاج ہمارے حلقہ کے موافق نہیں ہے۔ ایک دن آپ قوالی میں ناچنے لگے تھے۔ ایسی رکیک حرکتوں کی ہمارے ہاں اجازت نہیں ہے۔ اس لئے آپ ہم پر کرم ہی کریں۔ کوئی اور جگہ اپنی تفریح کے لئے ڈھونڈ لیں۔ ہمارا حلقہ تفریح کے لئے نہیں ہے کام کرنے کے لئے"

# روح اور اس کے رنگ

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنی مجالس میں کبھی کبھی ذاتی مشاہدات اور روحانی کیفیات بھی بیان کرتے تھے۔ راقم الحروف کو اس سلسلے میں جو کچھ سننے کا اتفاق ہوا وہ سالکین کی راہنمائی کے لئے تحریر کیا جارہا ہے۔ ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میں نے بہت کم چیزیں دیکھی ہیں۔ میں بنیادی طور پر تدبر و تفکر کرنے والا ذہن رکھتا ہوں۔ اللہ میاں نے ہمیں پیر بنانا تھا اس لئے تھوڑی بہت سیر کرادی تاکہ سالکین کی راہنمائی کرسکوں۔ ابتدائی دور میں جب خوب زور دار ذکر چلتا تھا تو جب آنکھیں بند کرتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آنکھوں پر کہیں سے کسی ٹارچ کی بڑی تیز روشنی ڈالی جارہی ہے۔ آنکھیں کھولتے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ میں آنکھیں بند کئے ہوئے مراقبہ میں بیٹھا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے دل سے ایک نور کی شعاع نکلی اور سیدھی اوپر جاکر آسمان پر چاند کی صورت اختیار کرگئی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ تمہاری روح ہے پھر وہ شعاع سمٹ کر دوبارہ میرے دل میں داخل ہو گئی۔ پھر دل سے دو شعاعیں نکلیں اور آسمان پر حد نگاہ تک جاکر مل گئیں۔ اس طرح ایک نورانی مستطیل سی بن گئی۔ پھر اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر اس طرح عمودی اور افقی لکیریں لگ گئیں کہ لاتعداد چھوٹے چھوٹے مربعے بن گئے۔ پھر ان مربعوں میں مختلف رنگ بھر دئے گئے یہ دلفریب منظر دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ تمہاری روح کے رنگ ہیں۔ تم سے ہر طبقہ اور ہر رنگ کے لوگوں کو فیض ملے گا۔ شریعت کے پابند لوگوں کے علاوہ قلندر اور رند قسم کے لوگ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آپ سے راہنمائی حاصل کریں گے۔ اس طرح یہ بتایا گیا کہ ہمارا مسلک بہت وسیع ہے اور ہم "سب رنگ" فقیر ہیں"

# نیا سلسلہ کیوں بنایا؟

(بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

یہ موضوع نہایت ہی اہم ہے کیونکہ اس کا تعلق سلسلہ توحیدیہ کے بنیادی ہدف سے ہے۔ سلسلہ کے اغراض و مقاصد معلوم ہونے پر ہی ہم اپنی جدوجہد کی سمت متعین کر سکتے ہیں۔ اس کی تشریح سے وہ فرائض نکھر کر سامنے آجائیں گے جو توحیدی ہونے کے ناطے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔ بانی سلسلہؒ نے چراغ راہ کے آٹھویں خطبے میں تحریر فرمایا ہے۔

"قوم کے عروج و زوال بلکہ زندگی اور موت کے ذمہ دار تو اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ دیانت داری، محنت اور خلوص سے محض ملک و قوم کے فائدے کے لئے کام کریں تو وہ قوم کبھی ذلیل و خوار نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب خود یہی لوگ بددیانت، راشی، بدچلن، بد خلق اور مفاد پرست ہوں تو پھر قوم کا خدا ہی حافظ و ناصر ہے۔ اس کا سفینہ آج نہیں ڈوبا تو کل ڈوبے گا۔ میں نے آج (1972ء) سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے۔ اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا۔ پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بناء پر بنتی اور بگڑتی ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور احیاء ثانیہ کے لئے بننی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم، مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بہ نظر غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔ پورے تیس سال کی جدوجہد اور کدو کاوش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان، خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں، مومن نہیں ہیں۔ صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے۔ 90 فیصد مسلمان تو قرآن حکیم کی تعلیم ہی سے واقف نہیں۔ اس پر عمل کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم قرآن کریم کی بجائے رسوم پرستی کو اسلام سمجھ رہے ہیں۔ ہم نے فرائض کو بھلا دیا ہے اور فروعات کو فرائض سے بھی زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ ہم نماز اول تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری نمازوں سے ہمارے اخلاق کی کہاں تک اصلاح ہوئی ہے۔ ہم نے کون کون سی برائیوں کو چھوڑا اور کون

کون سی نیکیوں کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ خدا نے تو نماز کی یہی تعریف کی ہے کہ نماز برائیوں اور ممنوعہ کاموں سے بچاتی اور نیک بناتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ نماز میں خشوع و خضوع اور حضوری باری تعالیٰ کہاں تک تھی۔ اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے؟ وہ تو ایک رسم ہے ' محض رسم جو پانچ وقت ادا کرلی جاتی ہے۔ یہی حال دوسری عبادات کا ہے کہ محض رسماً ادا کرلی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے یہ دیکھا کہ علمائے کرام میں جو لوگ واقعی متقی اور پرہیز گار ہیں ان کی باتوں میں بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کی تقریر کے دوران لوگ ہنستے بھی ہیں اور ان کے دل میں اصلاح کا ولولہ بھی اٹھتا ہے لیکن جلسہ گاہ سے نکلتے ہی وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ پھر میرا خیال ان صوفیائے کرام کی طرف گیا جو بخارا' ایران اور عراق سے چل کر اکیلے یا دو چار مریدوں کے ساتھ بالکل بے سروسامان انڈونیشیا' چین اور ترکستان یا ہندوستان آئے اور کسی شہر میں مقیم ہو کر خاموشی سے تبلیغ اسلام کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں آدمیوں کو مسلمان بنالیا۔ مدتوں ان کی زندگی اور ان کے اخلاق کا تجزیہ کرنے اور موجودہ سچے صوفیوں اور پھر خود اپنی حالت پر غور کرنے کے بعد مجھ پر یہ راز کھلا کہ ان بزرگوں کے پاس دو چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی ہیں اور ان کی ذات کا والہ و شیدا بنا دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک تو ان کا اخلاق ہے اور دوسری چیز جو اخلاق سے بھی زیادہ موثر اور طاقتور ہے وہ روحانی طاقت ہے جو حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں ان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس سے بات کرتے ہیں وہ نہایت غور سے ان کی بات سنتا اور جو کچھ کہتے ہیں اس پر بے چون و چرا عمل کرنے لگتا ہے۔ یہ بات معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود اس کے تجربے کیے تو سو فیصد درست پائے۔ اب میں نے "حلقہ توحیدیہ" کی بنیاد ڈالی اور غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی بجائے خود مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح شروع کردی۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی"

آپؒ نے 1963ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے پانچویں سالانہ اجتماع میں اپنے دوسرے خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا۔

"میں نے خطبہ کے شروع میں کہا تھا کہ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے یہ نیا سلسلہ کس

غرض سے قائم کیا ہے اور میں کیا چاہتا ہوں۔ تو اب میں بتاتا ہوں کہ میں آپ کو صحوی تصوف سکھانا اور انسان کامل بنانا چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں' دنیا کا کوئی کام نہیں کریں۔ توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست پڑے کرامتیں دکھایا کریں۔ میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے نقش قدم پر جاتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملا لو۔ اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کردو۔ میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلوں گا۔ جو لوگ اس راستہ پر چلنا نہیں چاہتے ان کو چاہئے کہ حلقہ سے الگ ہو جائیں اور کسی ایسے سلسلہ میں شریک ہو جائیں جو ان کی خواہش اور مرضی کے مطابق ہو"

اسی طرح مرشد کامل نے اپنے نویں خطبہ میں عالم اسلام کی بے حسی کا سبب اور مردہ دلی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لئے اور محض اس لئے کہ توحید کی تعلیم غائب ہو چکی ہے اور اس کی جگہ غیر اللہ پرستی نے لے لی ہے۔ برادران حلقہ یہ کام آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ توحید کی تعلیم کو پھر زندہ کریں اور اگر تمام عالم اسلام میں نہیں تو کم از کم پاکستانی مسلمانوں کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ کو اس طرح بھڑکائیں کہ غیر اللہ پرستیاں سب کی سب جل کر راکھ کا ڈھیر ہو جائیں۔ آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ اس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔ یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔ قدم قدم پر مقابلہ کرتا اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ اچھی طرح یاد رکھئے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی بلکہ ان بیہودہ و فرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں"

## روحانی طاقت سے اصلاح کا طریق کار

"برادران حلقہ! آپ کو اصلاح کا کام کرنا ہے۔ اس لئے اپنے حلقہ کی تعلیم کے مطابق

غصہ بالکل نفی کر دو۔ قلب میں پاس انفاس کے ذریعہ روحانی طاقت کو بڑھاؤ۔ پھر دیکھو کہ تم کتنی جلدی کامیاب ہوتے ہو۔ اصلاح کرنے والوں کے لئے اپنی زبان پر قابو رکھنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ "اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور حسین الفاظ میں نصیحت کر کے بلاؤ" اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی تم اصلاح کرنا چاہتے ہو اس کو اس کے کسی عیب کی وجہ سے ہرگز برا نہ کہو۔ بلکہ اس سے محبت اور شفقت سے پیش آؤ اور کوشش کرو کہ وہ تمہارا دوست بن جائے اور بار بار تمہارے پاس آنے لگے (جس طرح ایک ڈاکٹر بیماری سے نفرت کرتا ہے لیکن بیمار کا ہمدرد ہوتا ہے۔ اسی طرح اصلاح کرنے والوں کو برائی سے تو نفرت ہونی چاہئے لیکن برے آدمی سے ہرگز نہیں۔ اس پر تو دلی رحم آنا چاہئے کہ بیچارہ غفلت کی وجہ سے اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے) اس کے علاوہ اصلاح کے لئے کبھی کسی پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرو۔ اس کا ہر عیب اور ہر زیادتی برداشت کرو۔ بحث ہرگز نہ کرو۔ بحث سے سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یوں دلوں میں کدورت آجاتی ہے۔ اگر کوئی شخص بحث کرنے پر بہت ہی مصر ہو تو جیسا کہ میں پہلے بھی کسی خطبہ میں بتا چکا ہوں۔ اس سے نہایت عاجزی سے معافی مانگو اور کہہ دو کہ ہمارے مسلک میں بحث قطعاً" منع ہے۔ آپ اپنے مسلک پر چلتے رہیں، ہم خوش ہمارا خدا خوش۔ لیکن ہم کو ہمارے مسلک پر چلنے دو۔ آؤ باوجود ازیں ہم آپس میں دوست رہیں۔ یہ سب فروعی باتیں ہیں۔ اس کے لئے دلوں میں عناد کیوں پیدا کیا جائے" مگر یہ تم اسی وقت کہہ اور کر سکو گے جب کہ تم نے غصہ اچھی طرح نفی کر دیا ہو اور قوت برداشت بدرجہ اتم پید ہو گئی ہو۔ ہمارے حلقہ کی تعلیم کے مطابق اصلاح کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ تم لوگوں سے نہایت محبت اور خلوص سے پیش آؤ۔ ظاہری اور بناوٹی محبت نہیں، حقیقی محبت کرو جیسا کہ تم کو بتایا اور سکھایا گیا ہے۔ عالمگیر محبت کو اپنا شعار بناؤ۔ اس لئے جس سے بھی ملو حقیقی محبت کے جذبہ سے ملو۔ اگر کبھی ضرورت پڑے اور تم کو توفیق ہو تو چھوٹی موٹی کوئی خدمت لوگوں کی کر دیا کرو اور دل میں یہ خواہش پیدا کرو کہ اس شخص کی اصلاح ہو جائے۔ اگر تم دل سے ایسا چاہو گے تو تمہارے قلب سے جو لہریں نکلیں گی اس کے دماغ کو متاثر کئے بغیر نہ رہیں گی۔ وہ رفتہ رفتہ تمہاری ہر بات ماننے لگے گا اور اس طرح اس کی

اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح ہمیشہ اللہ کے واسطے کرنے چاہئے۔ تمہاری اپنی ذاتی غرض اس سے وابستہ نہ ہو۔ یعنی اس کام میں ذاتی مفاد یا اپنی فضیلت و بڑائی کا رائی برابر خیال دل میں نہ ہو۔ محض خداوند قدوس کے لئے اور امت اسلامیہ کی بہتری اور بہبود کے لئے کیا جائے" (چراغ راہ نواں خطبہ)

"اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو۔ اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں تو لیلی کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محب ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے" (طریقت توحیدیہ صفحہ 55-56)

"آج کی صحبت میں مجھے آپ سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ خلوص و محبت کے ساتھ حلقہ کی تعلیم پر پوری پابندی سے عمل کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اور زیادہ شوق اور جوش سے عمل کرو۔ عمل کرو اور عمل کرتے رہو۔ اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کرو۔ دنیوی ترقی کے لئے نئی نئی راہیں نکالو اور ان پر عمل کرو۔ خلق خدا کی خدمت کرو۔ سب کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔ کتنی ہی تکلیفیں اور مصیبتیں آن پڑیں مایوس اور اداس مت ہو۔ ہمت نہ ہارو' ہمیشہ خوش رہا کرو' دل میں اللہ کو بسائے رکھو اور ہاتھ 'پاؤں' آنکھوں' کانوں اور زبان کو خدمت خلق میں لگائے رکھو۔ یہی دائمی مسرت اور حقیقی زندگی کا راز ہے۔

مرتے دم تک کام کرتے رہو اور خدا کی یاد میں مرجاؤ۔ تمہیں کیا خبر یہ کتنا بڑا کام ہے اور مرنے کے بعد اس کا کیا انعام ملے گا۔ اب میں آپ سے صرف ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آج تک آپ کو جو کچھ بتایا جا چکا ہے وہ سب قرآن اور احادیث رسول کریم ﷺ سے ہے۔ میری اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کا ایمان کامل ہے تو آپ ان باتوں کو افسانہ یا کہانی نہ سمجھیں گے بلکہ ٹھوس حقیقت جان کر ان پر عمل کریں گے بشرطیکہ اپنی بہبودی اور بہتری کے دل سے طالب ہوں اور دین و دنیا کی نعمتوں سے اپنی جھولیاں بھرنا چاہتے ہوں۔ اگر آپ ان پر ایمان کامل رکھتے ہوئے بھی عمل نہ کریں تو پھر آپ سے

زیادہ بد قسمت اور کون ہو سکتا ہے" (چراغ راہ' ساتواں خطبہ)

آپؒ نے ملتان میں منعقد ہونے والے گیارہویں سالانہ اجتماع میں فرمایا۔

"حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے زمانہ میں معاشرہ کی اصلاح کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ پہلے خاموشی سے ایک جماعت اولیاء اللہ کی تیار کی اور پھر اس جماعت کے افراد کو امرا اور وزرا کے پاس بھیج کر ان کی اصلاح کرائی جس کا فائدہ تاریخ کے صفحات سے آج بھی ثابت ہے۔ میں نے بھی وہی وطیرہ اختیار کیا۔ 1950ء سے اب تک بزرگوں کی ایک جماعت پیدا کرنے میں لگا رہا ہوں۔ اب جب کہ ہماری جماعت میں اچھے بزرگوں اور اولیاء اللہ کی تعداد کافی ہو گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت دیہات و امصار میں پھیل جائے اور دیہات کے لوگوں کی مذہبی' اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام شروع کردے۔ اس میں مشکل یہ درپیش ہے کہ ہمارے تمام بھائی کاروباری یا ملازمت پیشہ ہیں۔ اس وجہ سے باہر جا کر کام نہیں کر سکتے۔ یہ مجبوری ہے مگر باوجود اس کے ہم کو فوراً یہ کام شروع کر دینا چاہئے ہمیں چاہئے کہ کچھ دن کی چھٹیاں لے کر دیہات میں جائیں اور وہاں توحید و روحانیت کا نور پھیلائیں۔ اس طرح سے جو کچھ تھوڑا بہت تجربہ ہم نے کیا ہے وہ بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ لوگ اس طرح گرتے ہیں جیسے شمع پر پروانے۔ دنیا ہماری منتظر ہے۔ شراب توحید و ولایت کے طالب ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تشنہ کام اور مایوس بیٹھے ہیں۔ اس لئے اے میرے دوستو اب آپ بلا تاخیر یہ کام شروع کر دیں۔ اس سے بہتر دنیا میں کوئی عبادت اور نیک کام نہیں۔ کیا عجب بات ہے کہ رب کریم نے یہ عبادت ہمارے حلقہ کی تقدیر میں لکھی ہو کہ ہم بھولے بھٹکوں کو اللہ کا سیدھا اور سچا راستہ دکھائیں۔ ان کو نہ صرف مسلمان بلکہ مومن اور ولی اللہ بنا دیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ قرآن کریم کے بھلائے ہوئے سبق پھر یاد آ جائیں اور احیائے اسلام کا سہرا پاکستان کے سر رہے۔ امید بہت بڑی اور بضاعت بہت کم ہے۔ گو چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے لیکن خلوص دل اور محنت سے کام کرنے والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور نوازتا اور فائز المرام فرماتا ہے" (چراغ راہ' آٹھواں خطبہ)

# ادبِ بارگاہِ رسالت ﷺ

(سید ابوبکر غزنوی)

قرآن مجید نے جہاں رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا ہے وہاں آپ کی ذات گرامی کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات - ۲)

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ بلند آواز سے بات کیا کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کر لیتے ہو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس بے ادبی کی پاداش میں تمہارے سب اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر تک نہ ہو گی"

یعنی تمہاری نمازوں اور روزوں کو لے کے میں کیا کروں اور تمہاری عبادت اور ریاضت سے مجھے کیا حاصل اگر میرے محبوب کی بارگاہ میں ادب کرنے کا سلیقہ تمہیں نہیں ہے۔ سب کیا کرایا ضائع ہے۔

کاد الخیران ان یهلکا ابوبکر و عمر رفعا اصواتهما عند النبی صلی الله علیه وسلم

(دو نیک آدمی یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ ہلاک ہونے کو تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی آوازیں بلند کیں)

جب آپ کے پاس بنو تمیم کے سوار آئے۔ ایک نے کہا کہ اقرع بن حابس جو قبیلہ بنی مجاشع سے ہے امیر مقرر ہو۔ دوسرے نے کسی اور آدمی کے بارے میں اشارہ کیا۔ نافع بن عمر کہتے ہیں مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ما اردت الا خلافی تیرا مقصد محض میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا مقصد تمہاری مخالفت نہیں ہے ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یایها الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم (الحجرات - ۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ اب میں رسول اللہ ﷺ سے بات اتنی دھیمی آواز سے کروں گا جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو۔ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر آہستہ آواز سے بات کرتے تھے کہ حضور ﷺ دوبارہ پوچھتے کہ عمرؓ تم کیا کہہ رہے ہو؟

صحیح بخاری ہی میں حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس ؓ کی مجلس میں غیر حاضری کو محسوس کیا۔ ایک شخص نے کہا۔ میں آپ ﷺ کو ان کی خبر لا دیتا ہوں۔ وہ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟

ثابت ؓ نے کہا

شر کان یرفع صوته فوق صوت النبی صلی الله علیه واله وسلم فقد حبط عبله وهومن اهل النار

"حال برا ہے ثابت اپنی آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند کیا کرتا تھا' اس کے عمل غارت ہو گئے اور وہ دوزخی ہو گیا"

وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے جا کر کہو۔

انک لست من اهل النار ولکنک من اهل الجنته (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸)

"تم اہل دوزخ میں سے نہیں' تم تو جنت میں جانے والوں میں سے ہو"

یعنی آیت کا وہ مطلب نہیں جو ثابت ؓ نے سمجھا۔ گستاخی سے حضور ﷺ کی موجودگی میں شور کرنا سوء ادب ہے اور جو پیدائشی طور پر پاٹ آواز رکھتا ہو وہ معذور ہے

پھر اس آیت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں وضاحت کی کہ تقویٰ اور پرہیزگاری تو یہ ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں تم شائستگی سے اور دھیمی آواز سے بات کرو۔

ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی (الحجرات 3)

"یقیناً" وہ لوگ جو بارگاہ رسالت میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں' یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے"

قبیلہ بنو تمیم کے چند لوگ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے دوپہر کے وقت مکان پر ملنے کی خاطر آئے۔ آپ اس وقت سو رہے تھے۔ وہ لوگ آپ ﷺ کا نام لے لے کر پکارنے لگے۔ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون ○ (الحجرات 4)

"وہ لوگ جو کمروں سے باہر کھڑے ہو کر آپ کو آوازیں دیتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ بوجھ سے عاری ہیں)

پہلی امتیں اپنے انبیاء کو نام لے کر پکارتی تھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ بنو اسرائیل نے کہا یاموسی لن نصبر علی طعام واحد البقرہ ۔ 61) "اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر قناعت نہیں کریں گے" اور عیسی علیہ السلام کے حواریوں نے کہا تھا۔

یا عیسی ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدة من السماء (المائدہ ۱۱۴)

"اے عیسی ابن مریم! کیا تیرا رب ہمارے لئے آسمان سے رزق اتار سکتا ہے"

حضرت عیسی علیہ السلام کا نام لے کر انہیں خطاب کیا۔

مگر وہ تو سید الاولین و سید الآخرین تھے۔ وہ تو سرور دنیا و دیں تھے۔ وہ تو حبیب رب العالمین تھے۔ پس اللہ نے امت محمدیہ کو حضور ﷺ کا نام لے کر پکارنے سے منع فرمایا۔ سورہ نور میں ہے۔

لا تجعلوا دعا الرسول بینکم کدعا بعضکم بعضا (النور ۶۳)

"جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو پیغمبر کو یوں نہ پکارو"

تفسیر در منثور میں ہے کہ ابو نعیم عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ حضور ﷺ کو یا محمد اور یا ابوالقاسم کہہ کر پکارتے تھے اس آیت کے اترنے کے بعد صحابہ کرام آپ کو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے لگے۔

غور کیجئے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں جیسے توحید کا تصور آخری ارتقائی منازل سے گزرا اور ہر اعتبار سے بے داغ، صاف ستھرا اور جامع ہو گیا اور شرک کی تمام راہوں اور تمام وسائل اور ذرائع کو بند کر دینے کے لئے وہ تمام اقوال و اعمال جو مجر الی الشرک ہو سکتے تھے، بھی ناجائز قرار دیئے گئے اسی طرح انبیاء اور اہل اللہ کا ادب بھی آخری ارتقائی منازل سے گزرا۔ بارگاہ رسالت کے آداب بھی نکھرے، تہذیب و شائستگی اور احترام کی کئی لطافتوں اور باریکیوں کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی۔

اگر اللہ یہ چاہتا کہ اس کے حبیب ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا جائے تو اس کی یہ مشیت عدل اور انصاف پر مبنی ہے، جب وہ خود خدا ہو کر انہیں نام لے کر خطاب نہیں کرتا ہے، تو بندوں کو کیا حق حاصل ہے کہ انہیں نام لے کر پکاریں۔ اللہ نے قرآن مجید میں تمام انبیاء کو ان کے ذاتی ناموں سے خطاب کیا۔

یا ادم اسکن انت وزوجک الجنته (سورہ البقرہ ۳۵)

اے آدم تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو

یا نوح اهبط بسلام منا (ہود 48)

اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر جا۔

یا ابراہیم قد صدقت الرویا (والصفت ۱۰۵)

اے ابراہیم! تونے خواب کو سچ کر دکھایا۔

یا موسی انی انا ربک فاخلع نعلیک (طہ - ۱۲)

اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار' تو اتار ڈال اپنی جوتیاں -

یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی (ال عمران - 55)

اے عیسیٰ! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

یا داؤد انا جعلناک خلیفہ فی الارض (ص - ۲۶)

اے داؤد! ہم نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنا دیا۔

یا زکریا انا نبشرک بغلم ن اسمہ یحیی (مریم - 7)

اے زکریا! ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے

یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ (مریم - ۱۲)

اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامو۔

قرآن مجید کو بسم اللہ سے لے کر والناس تک پڑھ ڈالیے اللہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کہیں بھی ذاتی نام سے خطاب نہیں کیا۔ کہیں یاایھا الرسول کے خطاب عزت سے نوازا۔ کہیں یاایھاالمزمل کی صدائے محبت سے پکارا اور کہیں یاایھاالمدثر کی ندائے شفقت سے سرفرازا۔

میں ان آیتوں کا ذکر کر رہا ہوں' جن میں بارگاہ رسالت کے احترام کی تلقین کی گئی ہے اور جن میں ان کی تعظیم کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ فرمایا

یاایھا الذین امنو لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ و اتقو اللہ ان اللہ سمیع العلیم (الحجرات - 1)

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے"

اس آیت میں یہ تلقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے سامنے اپنی بات پیش نہ کرو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی قول یا عمل میں پیش قدمی نہ کرو ۔ بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے پہلے عید الاضحیٰ پر قربانی کی تو ان سے کہا گیا کہ آپ سے پیش قدمی نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اگر روزے کے بارے میں شک ہو اور رسول اللہ ﷺ روزہ نہ رکھیں' تو روزہ رکھنے میں ان سے پہل نہ کرو۔

لوگ آپ سے کوئی بات دریافت کریں تو کوئی آپ کے جواب دینے سے پہلے کوئی پوچھنے والے کو جواب نہ دے بیٹھے کہ یہ گستاخی ہے۔

بارگاہ رسالت کے جو آداب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سکھائے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی لفظ جس میں ابہام یا ایہام ہو کوئی لفظ جو ذو معنین ہو اور ایک معنی اس لفظ کا توہین آمیز بھی ہو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ بات چیت کرتے وقت نہ بولیے فرمایا۔

یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا وسمعوا وللکافرین عذاب الیم (البقرہ۔ ۱۰۴)

"اے ایمان والو! تم راعنا (ہماری رعایت کیجئے) نہ کہا کرو تم انظرنا کہا کرو اور ان کی بات سنو اور جو بارگاہ رسالت کے آداب ملحوظ رکھنے سے انکار کر دیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے"

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ بارگاہ رسالت میں بیٹھے آپ کے ارشادات سے جب مستفید ہوتے اور کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہ آتی تو راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے۔ یہودی بھی یہی لفظ کہتے اور عین کے کسرہ کے اشباع کے ساتھ راعینا کہتے (یعنی اے ہمارے چرواہے) حضرت معاذؓ نے بات بھانپ لی اور ان شرارت پسند یہودیوں سے کہنے لگے۔ "اگر اب میں نے یہ لفظ تم سے سنا تو بخدا تم کو قتل کر ڈالوں گا" وہ بولے، تم خود بھی تو یہی کہتے ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس لفظ راعنا ہی کو چھوڑ دو، جس میں اہانت کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔ تم انظرنا کہا کرو، تاکہ سوادب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔

منافقوں نے حضرت عائشہؓ کی نسبت ایک ایسی بات مشہور کی جس کی حکایت بھی ذوق ایمانی پر گراں گزرتی ہے۔ جب منافقوں نے معاشرے میں یہ بات پھیلا دی اور ہر طرف اس تہمت بیجا کا چرچا کیا، تو بعض سادہ مسلمان بھی اس بات کا ذکر کرنے لگے۔ غیرت کبریائی جوش میں آ گئی اور صحابہ کرام پر عتاب کیا۔

ولولا اذسمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحنک ھذا بہتان عظیم۔ یعظکم اللہ ان تعودو المثلہ ابدا ان کنتم مومنین (النور ۱۶۔ ۱۷)

"جب تم نے یہ بات سنی تھی تو یہ کیوں نہ کہا کہ ہمارے لئے زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات نہ کرنا، اگر تم مومن ہو"

اس سے پہلی آیت میں اس بہتان کے گھناؤنے پن کو یوں اجاگر کیا۔

ولولا فضل الله عليكم و رحمته فى الدنيا والاخرة لمسكم فيما افضتم فيه عذاب عظيم اذ تلقونه بالسنتكم و تقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم و تحسبونه هينا وهو عند الله عظيم (النور ۱۴ - ۱۵)

اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو جس بات میں تم پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ جب ایک دوسرے سے سن کر تمہاری زبانوں پر وہ تہمت آ رہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ بات کر رہے تھے جس کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھ رہے تھے' حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔

یہ زجر و توبیخ' یہ سرزنش صحابہ کو محض اس لئے کی گئی کہ حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں اور حضور ﷺ سے نسبت خاص رکھتی ہیں کے بارے میں یہ بدگمانی کیوں کی گئی اور حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے حرم کے بارے میں سوءِ ظن خود حضور ﷺ کے پاس ادب میں تسامح ہے۔

سورہ فتح کی اس آیت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کی تعظیم بجالائی جائے۔ فرمایا

انا ارسلنک شاھدا و مبشرا ونذیرا○ لتومنوا باالله ورسوله وتعزروه و توقروه (الفتح)

ہم نے آپ کو بھیجا کہ آپ کائنات کے سامنے حق کی گواہی دینے والے ہیں' راہ حق پر چلنے والوں کو بشارت دینے والے اور راہ حق سے انحراف کرنے والوں کو برے نتائج سے ڈرانے والے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تاکہ تم ان کی تعظیم اور توقیر بجالاؤ۔

پھر سورہ اعراف کی اس آیت میں وضاحت کے ساتھ یہ بات کی گئی ہے کہ فلاح و کامرانی ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے' جو حضورؐ کی تعظیم بجالاتے ہیں۔

فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعو النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون (الاعراف - ۱۵۷)

پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور جنہوں نے ان کی تعظیم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اتارا گیا۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

## صدیق اکبرؓ بارگاہ رسالت میں

اصل بات یہ ہے کہ جسے حضور ﷺ کی جتنی معرفت ہے' وہ اتنا ہی اس بارگاہ میں مودب ہے۔

صدیق اکبرؓ کو سب سے زیادہ حضور اقدس ﷺ کی معرفت تھی' اسی لئے بارگاہ رسالت میں سب سے زیادہ مودب تھے۔

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں مصالحت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو موذن نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھ کر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی۔ نماز کے دوران حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ صدیق اکبرؓ کو آگاہ کرنے کے لئے نمازیوں نے دستک دی۔ صدیق اکبر نے گوشہ چشم سے دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی جگہ کھڑے رہو۔ صدیق اکبرؓ نے اپنے لئے یہ بات ممکن نہ پائی کہ وہ امامت کریں اور رسول اللہ ؐ مقتدی ہوں۔ آپؓ پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو آگے ہونا پڑا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

"اے ابوبکر جب میں نے تمہیں خود حکم دیا تھا تو اپنی جگہ پر کھڑا رہنے سے تمہیں کس چیز نے باز رکھا؟

عرض کیا! ماکان لابن ابی قحافہ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو قحافہ کے بیٹے کے لئے یہ زیبا نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے آگے کھڑا ہو۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۹۴)

نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار ابوبکر صدیقؓ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے سنا کہ حضرت عائشہ اونچی آواز سے بات کر رہی ہے۔ آپ نے داخل ہوتے ہی حضرت عائشہ کو پکڑ لیا کہ انہیں ماریں اور کہا۔

الا اراک ترفعین صوتک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا میں تجھے نہیں دیکھتا کہ تو اپنی آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند کرتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ناراض ہو کر چلے گئے۔ (ابوداؤد کتاب الادب صفحہ ۶۸۲)

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے اور انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی' ورنہ ایسی گستاخی پر ان کی گردن اڑا دیتا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا ابائھم

او ابنائهم او اخوانهم او عشیرتهم اولئک کتب فی قلوبهم الایمان وایدهم بروح منه و یدخلهم جنت تجری من تحتها الانہار خالدین فیھا رضی اللہ عنہم ورضوعنه اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (المجادلہ ۔ ۲۲)

آپ نہ پائیں گے ان لوگوں کو یقین رکھتے ہیں اللہ اور روز آخرت پر کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہوئے' گو وہ ان کے اپنے باپ دادا ہوں' یا ان کے اپنے بیٹے ہوں یا ان کے اپنے بھائی ہوں یا ان کی اپنی برادری کے لوگ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنے فیضان سے ان کی تائید کی اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریگا' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ خدائی لشکر ہے۔ خبردار اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

کنز العمال ہی میں ہے کہ ایک بدوی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا انت خلیفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ اس نے کہا تو پھر آپ کیا ہیں؟ فرمایا

الخالفتہ بعدہ

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے کہ خالفہ گھرانے کے اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ خیر نہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے آپ کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا خلیفہ یا جانشین کہنا بھی سوادب خیال کیا۔

خسرو نسبت عشق تو بجود تکیفہ زانکہ
شاہی و بفتراک تو مردار نہ بند ند

حضرت ابوبکرؓ' حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے تو جس پائے پر حضور ﷺ کھڑے ہوتے تھے' اس پائے پر کھڑا ہونا سوء ادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پائے پر کھڑا ہونا بھی سوء ادب خیال کیا جس پر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوتے تھے وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ادب

صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ٹھہریں' بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ مثلاً یہ کہ اس سال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے اور عمرہ نہیں کریں گے اور اگر قریش میں سے

کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش سے جا ملے تو اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ خود حضرت عمرؓ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے۔ کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یقیناً" ہیں حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہم ان ذلت آمیز شرائط کو کیوں قبول کریں؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا"

گو حضرت عمرؓ نے یہ بات ازراہ تحیر کہی تھی اور اس میں سوادب کا کوئی شائبہ نہ تھا، مگر لب و لہجہ اس ادب و تعظیم سے ہٹ گیا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ زندگی بھر ڈرتے رہے کہ کہیں بارگاہ رسالت میں سوء ادب نہ ہو گیا ہو۔ اس کی تلافی کے لئے صدقہ و خیرات کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ عملت لھا اعمالا۔ میں نے اس کی تلافی کے لئے کئی نیکیاں کیں= (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ادب

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عثمانؓ کو قریش کی طرف صلح حدیبیہ میں سفارت کے لئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمانؓ کو طواف کرنے کی اجازت دی، لیکن آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا

ما کنت لا فعل حتی یطوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

جب تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام طواف نہ کریں میرے لئے زیبا نہیں کہ میں طواف کروں

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب

صحیح مسلم میں براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھا تو اس میں یہ عبارت بھی تھی

ھذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ

مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ ﷺ نہ لکھو۔ اگر رسالت کے ہم قائل ہوتے تو جھگڑا کس بات کا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس لفظ کو مٹا دو۔ حضرت علی نے عرض کیا ما کان لی ان امحو عنہ (مجھ پر یہ ادب غالب) یعنی میرا کہ میں اس لفظ کو مٹاؤں۔ پھر حضور علیہ السلام نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۵)

## صحابہ کرام کا ادب

ایک دفعہ حضرت عباس ؓ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا انا اکبر او انت میں عمر میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو۔ حضرت عباس ؓ نے عرض کیا انت اکبر و اکرم و انا اسن منک آپ مجھ سے بڑے ہیں (مرتبے کے اعتبار سے) اور مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔ ہاں میں زیادہ عمر میں آپ سے زیادہ ہوں (اکثر العمر) حضرت عباس ؓ نے اکبر کا لفظ اپنے لئے استعمال کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس لئے کہ مقام اور رتبے کے اعتبار سے جو دوسروں سے بڑا ہوتا ہے اسی کو اکبر کہتے ہیں لفظ اکبر میں سوء ادب کے کسی پہلو کے نکلنے کا احتمال رہتا۔

اسامہ ؓ بن شریک کی روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو ان کے آس پاس صحابہ یوں بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی ادبا اور تعظیما ساکت و صامت اور غیر متحرک بیٹھے تھے اور حدیث شریف میں ہے۔

اذا تکلم اطرق جلساءہ کانما علی رؤسہم الطیر

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا ہوتے تھے تو صحابہ سر جھکائے ہوئے بیٹھتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۲ بحوالہ مرقات)

عروہ بن مسعود کو جب قریش نے صلح حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو اس نے دیکھا کہ صحابہ حضور ﷺ کی کس قدر تعظیم کرتے ہیں۔ اس نے یہ منظر دیکھا۔

انہ لا یتوضا الا ابتدروا وضوءہ ولا یبصق بصاقا الا تلقوہ باکفہم ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروہا واذا امرہم ابتدروا امرہ واذا تکلم خفضوا اصواتہم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی وضو فرماتے۔ صحابہ ان کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے (اسے بدن پر ملتے تھے)

ان کا لعاب دہن صحابہ کے ہاتھوں میں گرتا تھا اور ان کا ہر موئے مبارک جو گرتا صحابہ اس کی طرف لپکتے اور جب وہ انہیں حکم دیتے تو فوراً حکم بجا لاتے جب وہ بات کرتے تو صحابہ اپنی آوازوں کو

پست کر لیا کرتے تھے اور ادباً اور احتراماً انہیں تیز نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۔ ۳۷۹)
عروہ بن مسعود نے قریش سے جا کر کہا۔
" اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں خدا کی قسم کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجا نہیں لائی جاتی جیسی صحابہ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی تعظیم بجا لاتے ہیں
(بخاری صفحہ ۳۷۹)

## حضرت امام مالکؒ کا ادب

یہی حال آئمہ کرام کا تھا۔
حضرت امام مالک بن انسؒ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا، تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ سراپا تعظیم ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے بعض ہم نشینوں کو ان کی یہ غایت درجہ کی تعظیم گراں گزرتی۔ ایک دن آپ سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کا ذکر آنے پر یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا۔

لو رائیتم ما رایت کما انکرتم علی ما ترون

اگر حضور ﷺ کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں، تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم و تکریم پر اچنبھا نہ ہوتا۔
حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ غسل فرماتے۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع و خضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے۔ آپ کی مجلس میں خوشبو برابر سلگتی رہتی۔
حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں میں ایک دن امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے کئی بار کاٹا۔ آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ لیکن آپ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آج درس دیتے وقت آپ پر یہ کیا کیفیت طاری ہوئی؟ آپ نے فرمایا مجھے بچھو نے کئی بار کاٹا لیکن میں نے حدیث کی عظمت و اکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں جس سے رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتیں تو جوتا اتار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام وہ عظیم محدث اور فقیہہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس ﷺ نے قدم رکھے ہوں' وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہو سکتیں' جب تک حضور ﷺ کی ذات کی معرفت نہ ہو' جب تک یہ معرفت حاصل نہ ہو کہ وہ تاریخ انسانیت کے مرکز و محود ہیں اور ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے ارض و سما میں اور مابین السموات والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونیوالی ہے ارض و سما میں اور مابین السموات والارض کوئی نہیں جو ان کی گرد پا کو چھو سکے۔ سب سے بڑا ادب حضور ﷺ کا ان کی اطاعت ہے۔ ان کے ہر حکم کے سامنے گردن جھکا دینا ہے اور چون و چرا کئے بغیر اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ ہر وہ شخص جو ان کے نام پر لرزتا اور آنسو بہاتا ہے مگر ان کے اتباع اور ان کی اطاعت سے گریزاں ہے' حقیقی ادب سے محروم ہے۔

حضور ﷺ کا یوم ولادت جب بھی آتا ہے' ہم اگربتیاں سلگاتے ہیں' جھنڈیاں لگاتے ہیں' روشنیوں سے ہر شہر کو بقعہ نور بنا دیتے ہیں مگر ان کے ہر حکم کو ہم نے ٹھکرا دیا۔ شراب ملک میں درآمد بھی ہوتی ہے' کشید بھی ہوتی ہے اور برسر عام فروخت بھی ہوتی ہے۔ سود ملک کے تمام کاروبار میں سرایت کر گیا۔ چکلے آج بھی ویسے ہی آباد ہیں جیسے آج سے ستائیس برس پہلے انگریز کے دور حکومت میں آباد تھے۔ نماز سرکاری طور پر دفتروں میں ہم آج تک قائم نہ کر سکے۔ زکوۃ کا اجتماعی نظام قائم کرنے کے لئے ہم نے آج تک کوئی اقدام نہ کیا۔ ہم طبلے کی تھاپ پر تالیاں پیٹتے ہوئے نہایت بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ' یا محمدؐ یا محمدؐ کا شور مچا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے عقیدت کا حق ادا کر دیا۔ مگر میں اپنے اس سامع کو کیا کروں جس سے خواجہ یثرب کی یہ آواز پیہم ٹکرا رہی ہے۔

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون (المائدہ - ۴۷)

جو لوگ آئین محمدی کو نافذ نہیں کرتے یہی لوگ فاسق۔ یہی لوگ میری اطاعت سے باہر ہو گئے ہیں۔ یہی لوگ مجھ سے سرکش ہیں۔

یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ بارگاہ رسالت کے جو آداب قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں وہ صحابہ کرام ہی کے لئے تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ نہ حضور ﷺ کی مجلس رہی نہ صحابہ رہے تو کیا ان آیات کی حیثیت محض تاریخی رہ گئی ہے؟

آج بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے ہوئے' حدیث شریف پڑھتے ہوئے' مسجد نبوی میں حاضر ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے ادب کو ویسا ہی ملحوظ رکھنا چاہئے۔

حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں دیکھا کہ دو آدمی زور زور سے بول رہے ہیں حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔

اتدریان این انتھا؟ تمہیں کچھ ہوش ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو؟ پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے کہا لو کنتما من اھل المدینتہ لا وجعتکما ضربا اگر تم مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت پیٹتا۔ یعنی تم باہر کے رہنے والے ہو اور مسجد نبوی کے آداب سے واقف نہیں ہو۔ تمہیں معذور سمجھ کر معاف کرتا ہوں(مشکوۃ جلد1 صفحہ71)

اسی طرح عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور حضرت امام مالکؒ سے مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر بحث کر رہا تھا۔ بحث کے دوران ان کی آواز بلند ہو گئی۔ امام مالکؒ نے خلیفہ کو ڈانٹا اور فرمایا لا ترفع صوتک فی ھذا المسجد اس مسجد میں آواز مت بلند کیجئے اور سورہ حجرات کی آیتیں پڑھیں اور یہ بھی فرمایا۔

ان حرمتہ میتا کحرمتہ حیا

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی رحلت کے بعد ان کی حرمت یقیناً ویسی ہی ہے' جیسی زندگی میں تھی۔

صحابہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تعلق کی کئی نوعیتیں تھیں۔

صحابہ ان سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے اور کتاب و حکمت کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

یزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمتہ

"وہ ان کا روحانی تزکیہ کرتے تھے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان کے شیخ بھی تھے اور معلم بھی تھے۔ پس مشائخ کا ادب' اساتذہ کا ادب' بزرگوں کا ادب اور اس ادب کے سلیقے اور قرینے بھی ہمیں بارگاہ رسالت ہی سے سیکھنا ہیں کسی اور کے دروازے پر تو نہیں جانا ہے۔

پس اپنے مشائخ اور اساتذہ کی مجلس میں مودب ہو کر بیٹھیے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز پست رکھا کیجئے۔ ان کی مجلس میں چلا چلا کر بات مت کیا کیجئے ان کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر انہیں آوازیں مت دیا کیجئے۔ اس بات کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اتاریئے کہ آپ نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کے محسن ہیں اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ جس سے فیض حاصل کیا جائے اس کے سامنے نگاہیں جھکی رہیں۔

آخر میں ایک بات کہتا ہوں۔ موحد ہو کر مودب ہونا بڑی بات ہے۔ موحد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے مہار ہو جائے۔ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے' اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑے اور یہ سمجھے کہ میں غیر اللہ کی نفی کر رہا ہوں۔ اسی طرح بزرگوں کے ادب کے یہ معنی نہیں کہ انھیں اٹھا کر خدا بنا دیا جائے۔

کچھ لوگوں کو توحید کا مفہوم تو کچھ سمجھ میں آیا' مگر انھیں اہل اللہ کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ ا ان کا ادب و احترام ملحوظ نہ رکھا۔ کچھ لوگوں کو ادب کی توفیق ہوئی' مگر ان کی توحید میں خلل واقع ہوا۔ یہ دونوں بیماریاں بہت پرانی ہیں۔

مذاہب عالم کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب بھی کسی مذہب کے پیرو راہ راست سے منحرف ہوئے یہی دو بیماریاں ان کی تباہی کا باعث ہوئیں۔ عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے۔

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم

"انھوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا اور مسیح ابن مریم کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے"

یہودیوں کو ایک اور بیماری بھی تھی اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑتے تھے۔ جن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان ہی کے ساتھ بدتمیزی اور بدلحاظی سے پیش آتے تھے' بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔

يقتلون النبيين بغير حق۔ انبیاء کو ناحق قتل بھی کر ڈالتے تھے۔

پس پھر ایک بار کہتا ہوں کہ موحد ہو کر مودب ہونا اور مودب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔

اهدنا الصراط المستقيم۔ صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين

"یا اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا' ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلا جو بے ادب اور گستاخ تھے' جو بدتمیز اور بے لحاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلا جنھوں نے بندوں کو خدا بنا لیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے"

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

# تصوف اور اس کے اعمال واشغال کے متعلق میرے چند یقین

(محمد منظور نعمانی)

## (۱) تصوف کا مقصد اور اس کی حقیقت

الحمد للہ کہ اب اس بات میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں رہا کہ تصوف اور اس کے اعمال واشغال کا اصل مقصد دین کی تکمیل اور خصوصاً" ان کیفیات اور ملکات کی تحصیل کے سوا کچھ نہیں ہے جن کو کتاب وسنت ہی میں کمال ایمان واسلام کی ضروری شرط قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس بارے میں بہت سے حضرات کے ذہنوں میں الجھنیں ہیں اس لئے جو کچھ اس سلسلہ میں میں نے سمجھا ہے اس کو ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین کی تکمیل کے لئے عقائد اور اعمال کی صحت کے علاوہ انسان کے قلب اور باطن میں کچھ خاص کیفیات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً" محبت کے بارے میں سورہ بقرہ کی ایک آیت میں ارشاد ہے۔

والذین امنوا اشد حبا للہ (سورہ بقرہ-۲۰)

"اور جو ایمان والے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے"

اور حدیث صحیح میں ہے

ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان (الحدیث)

"یعنی ایمان کی حلاوت اس کو حاصل ہوگی جس میں تین چیزیں موجود ہوں"

ان میں سے اول یہ کہ اللہ ورسول کی محبت اس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی آدمی سے اس کو محبت ہو تو وہ بھی اللہ ہی کے واسطے ہو اور تیسرا یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف جانا اس کے لئے ناگوار اور تکلیف دہ ہو جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا۔

اور سورہ انفال کے پہلے رکوع میں ہے

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون (سورہ الانفال)

"سچے ایمان والے بس وہی لوگ ہیں جن کا یہ حال ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں زیادتی ہو اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہوں"

اور سورہ مومنون میں اللہ کے اچھے اور کامیاب بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

ان الذین هم من خشیته ربهم مشفقون○ والذین هم بایت ربهم یومنون○والذین هم بربهم لا یشرکون○ والذین یوتون ما اتوا و قلوبهم وجلته انهم الی ربهم راجعون○اولیک یسارعون فی الخیرات وهم لها سابقون (المومنون ـ 4)

"بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہیں اور جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں اور وہ جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اور نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتے وقت (اور اسی طرح دوسرے نیک کاموں میں) ان کے دل خائف رہتے ہیں کہ ان کو اللہ کے حضور میں لوٹ کر جانا ہے (نہ معلوم ان کے یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں) وہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیز گامی کرتے ہیں اور وہی ان کے لئے دوڑ کر بڑھنے والے ہیں"

اور سورہ زمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے

تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله (زمر ـ ع ۳)

"اس سے ان لوگوں کے بدن کانپنے لگتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پھر ان کا ظاہر و باطن نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف جھک جاتا ہے"

اور سورہ آل عمران میں ارشاد ہے

الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم

وہ لوگ جن کا یہ حال ہے کہ اللہ کو (ہر وقت اور ہر حالت میں) یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں، کھڑے بیٹھے اور بستروں پر لیٹے ہوئے بھی

اور سورہ مزمل میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے

واذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا (مزمل)

"اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے ہٹ کر اسی کی طرف متوجہ رہو"

ان آیتوں میں جن اوصاف و کیفیات کو اہل ایمان کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے اور جن کا ان سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

1۔ ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

2۔ ان کے دل کی یہ حالت ہو کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس میں خوف اور لرزش کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

3۔ ان کے سامنے جب آیت الٰہی کی تلاوت کی جائے تو ان کے نور ایمان میں اضافہ ہو۔

4۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھتے ہوں اور یہ توکل اور اعتماد علی اللہ ہی ان کی زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہو۔

5۔ وہ ہر دم اللہ کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے ہوں۔

6۔ اللہ کا خوف ان پر اتنا غالب ہو کہ نیکی کرتے وقت بھی ان کے دل ڈرتے ہوں کہ معلوم نہیں ہماری یہ نیکی قابل قبول بھی ہو گی یا نہیں۔

7۔ قرآن مجید کی تلاوت یا اس کی آیتیں سننے سے ان کے جسم کانپ جاتے ہوں اور ان کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کی یاد کی طرف جھک جاتا ہو۔

8۔ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھتے ہوں اور کسی حال میں بھی اس سے غافل نہ ہوتے ہوں۔

9۔ ہر طرف سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ان کا حال ہو۔

اور قرآن مجید کے علاوہ حدیث کے مستند ذخیرہ میں بھی اس سے زیادہ صفائی اور صراحت کے ساتھ اس قسم کے احوال و کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

من احب اللہ وابغض اللہ واعطی اللہ ومنع اللہ فقد استکمل الایمان (مشکوۃ شریف)

"جس شخص کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ ہی کے لئے محبت کرے (جس سے محبت رکھے) اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھے (جس سے بغض رکھے) اور اللہ ہی کے لیے دے (جس کو جو کچھ بھی دے) اور

کسی کو کچھ دینے سے پہلے اللہ کی رضا ہی کے لئے ہاتھ روکے (جس کو بھی دینے سے ہاتھ روکے) تو اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا"

اسی طرح مشہور حدیث جبرئیل میں ایمان اور اسلام کی تکمیل کا نام احسان بتلایا گیا ہے اور اس کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے

ان تعبد الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک (بخاری و مسلم) وفی روایته ان تخشی الله مکان ان تعبدالله (فتح الباری)

احسان کا مقام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو یا اس سے ہر دم اس طرح ڈرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو، پر وہ تم کو (ہر جگہ اور ہر آن) دیکھتا ہے"

پہلی حدیث میں "اخلاص" کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں "احسان" کا اور یہ دونوں ان ہی احوال و کیفیات میں سے ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

دین میں ان احوال و کیفیات کی اس قدر اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حصول اور ان میں ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں فرماتے تھے اس سلسلہ کی یہ چند دعائیں اس عاجز کے نزدیک خاص طور سے غور اور توجہ کے لائق ہیں۔

اللهم اجعل حبک احب الی من نفسی واهلی ومن الماء البارد

"اے اللہ مجھے ایسا کر دے کہ تیری محبت مجھے اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال سے اور (سخت پیاس کے وقت) ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہو"

اللهم اجعل حبک احب الاشیا الی کلها وخشیتک اخوف الاشیاء عندی واقطع عنی حاجات الدینا بالشوق الی لقاءک واذا اقررت اعین اهل الدنیا من دنیاهم فاقرر عینی من عبادتک

"اے اللہ مجھے ایسا کر دے کہ ہر قابل محبت چیز سے زیادہ تیری محبت مجھے محبوب ہو اور ڈرنے کے قابل ہر چیز سے زیادہ مجھے تیرا ڈر اور خوف ہو اور ملاقات کا شوق میرے دل پر ایسا غالب کر دے کہ دنیا کی ساری حاجتیں مجھ سے کٹ جائیں اور جب تو دنیا والوں کو ان کی چاہتی دنیا دیکر ان کی

آنکھیں ٹھنڈی کرے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی کر اور اپنی عبادت کے ذریعہ میرے دل میں سکون اور ٹھنڈک پیدا کر"

اللھم اجعلنی اخشاک کانی اراک ابدا حتی القاک امین

"اے اللہ مجھے ایسا کر دے کہ میں اس طرح تجھ سے ڈروں گویا ہر وقت تجھے دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ اسی حال میں تجھ سے جا ملوں"

اللھم انی اسائلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لا یصیبنی الا ما کتبت لی ورضا من المعیشہ بما قسمت لی۔

"اے اللہ میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ سچا یقین مانگتا ہوں جس کے بعد میرے دل کو اس بات کا یقین اور قطعی علم ہو جائے کہ مجھ پر صرف وہی حالت آ سکتی ہے اور آئیگی جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے (یعنی یہ علم میرے دل کا حال ہو جائے) اور اس دنیا میں جس قسم کا گزارہ تو نے میرے لئے مقرر اور مقدر کر دیا ہے میں اس پر اپنے دل کی رضا تجھ سے مانگتا ہوں"

اللھم انی اساء لک التوفیق لمحابک من الاعمال وصدق التوکل علیک وحسن ظن بک

"اے اللہ جو اعمال تجھے پسند ہیں میں ان کی توفیق تجھ سے مانگتا ہوں اور سچے توکل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے ساتھ حسن ظن کی تجھ سے ہی استدعا کرتا ہوں"

اللھم انی اسالک نفسا بک مطمئنہ تومن بلقائک و ترضی لقضائک وتقنع بعطائک

"اے اللہ میں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ ہی سے اطمینان اور انس حاصل ہو جسے تیری ملاقات پر سچا ایمان اور یقین نصیب ہو جو تیری قضا و قدر پر راضی ہو اور جو تیری دین پر قانع ہو"

اللھم افتح مسامع قلبی لذکرک "اے اللہ میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھولدے"

اللهم انی اسالک قلوبا اوهته مخبتته منیبه فی سبیلک

"اے اللہ میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درد آشنا ہوں ٹوٹے ہوئے ہوں اور تیری طرف رجوع کرنے والے ہوں"

اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل ھمتی وھوای فیما تحب وترضی

"اے اللہ میرے دل میں خطرے اور خیالات بھی بس تیرے خوف اور تیری یاد ہی کے آئیں اور میری تمام تر توجہ اور چاہت ان ہی چیزوں کی طرف ہو جو تجھے محبوب ہوں اور جن سے تو راضی ہو۔

اللھم اجعل فی قلبی نورا ---- واعطنی نورا --- واجعلنی نورا

"اے اللہ! میرے قلب میں نور بھر دے اور مجھے نور عطا فرما ---- اور مجھے سراپا نور بنا دے"

یہ سب دعائیں اور اس قسم کی بیسیوں دعائیں کتب احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں۔ آپ خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتے تھے اور امت کو ان دعاؤں کی تعلیم بھی فرماتے تھے۔

ان دعاؤں میں جن چیزوں کا سوال اللہ تعالیٰ سے کیا گیا ہے وہ سب انسان کے باطن اور قلب کی خاص کیفیات ہیں۔ مثلاً ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت' ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف' اللہ سے شوق ملاقات کا ایسا غلبہ کہ دنیا کی ضروریات اور خواہشات فراموش یا فنا ہو جائیں۔ عبادت میں آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون ملنا' اللہ تعالیٰ سے ہر دم اس طرح ڈرنا کہ گویا وہ اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ہماری نگاہ کے سامنے ہے' یقین صادق' رضا بالقضا' توکل علی اللہ' حسن ظن باللہ' نفس کا اللہ تعالیٰ سے مطمئن اور مانوس ہونا اور اس کی عطا پر قانع ہونا۔ ذکر اللہ سے قلب کا اثر لینا۔ اس کا درد آشنا اور ٹوٹا ہوا اور جھکا ہوا ہونا۔ اللہ سے قلب کا تعلق اس درجہ ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا خوف وساوس اور خطرات کی جگہ بھی لے لے اور بندہ کا جی صرف انہی چیزوں کو چاہے جو اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ نور سے قلب کا معمور ہو جانا۔

ظاہر ہے کہ ان چیزوں کا تعلق نہ عقائد کے باب سے ہے نہ اعمال کے باب سے بلکہ یہ سب

قلبی کیفیات اور احوال ہیں اور دین میں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ان کا سوال کرتے ہیں۔

پس تصوف دراصل اس قسم کی چیزوں کی تحصیل کا ذریعہ ہے اور اس کے خاص اعمال و اشغال (مثلاً" صحبت شیخ اور کثرت ذکر و فکر) کی حیثیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کیفیات کے پیدا ہونے کی تدبیریں ہیں۔ ایسی جن کی تجربہ تصدیق کرتا ہے اور صاف ذہن رکھنے والے لوگوں کے لئے ان کی نفسیاتی اور عقلی توجیہ بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی غالباً" ناظرین کے لئے مفید ہو گا کہ مندرجہ بالا آیات و احادیث اور دعاؤں سے جن قلبی کیفیات کا دین میں مطلوب و مقصود ہونا ابھی معلوم ہو چکا ہے۔ ان میں سے چند مثلاً" عشق اور یقین اور قلب کی رقت اور سوز و گداز یہ تو اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہیں اور باقی زیادہ تر ان کے نتائج اور لوازم ہیں اس لئے تصوف کے ان اعمال و اشغال کے ذریعہ براہ راست صرف ان بنیادی کیفیات ہی کو قلب میں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کے بعد باقی چیزیں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ ہے وہ اصولی نظریہ جس پر تصوف کی بنیاد ہے اور جس کی بناء پر اس کو دین کا تکمیلی شعبہ بھی سمجھا جاتا ہے۔

یہ عاجز بلا کسی انکسار کے عرض کرتا ہے کہ اپنی کم ہمتی اور لاابالی پن اور کچھ خاص حالات کی وجہ سے چونکہ میں اس سلسلہ کے تجربہ کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکا۔ اس لئے خود تو ان کیفیات سے خالی اور محروم ہی ہوں، لیکن جو تھوڑی سی اور برائے نام توجہ کی جا سکی اور اس راہ کے بعض اکابرین کی خدمت میں کبھی کبھی حاضری کی جو توفیق اس سلسلے میں ملتی رہی اسی سے الحمد للہ یہ یقین اور اطمینان حاصل ہو گیا کہ تصوف اور اسکے اعمال و اشغال کی غرض و غایت اور ان کی حقیقت کے متعلق ان بزرگوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ صحیح ہے۔

(2) اور دل و دماغ نے یہ بھی مان لیا کہ تصوف کے ذریعہ جن قلبی کیفیات اور ملکات کی تحصیل کی کوشش کی جاتی ہے دین کی تکمیل اور ایمانی حلاوت کا حصول ان پر موقوف ہے۔

(3) اس کا بھی یقین حاصل ہوا کہ تصوف ایمان و اسلام کی تکمیل کے علاوہ ایک خاص قسم کی روح اور طاقت پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے اور اگر صلاحیت اور طبیعت کو مناسبت ہو تو یقین اور اعتماد، ہمت و عزیمت، صبر و توکل اور ماسوئ اللہ سے بے خوفی جیسے اوصاف (جو طاقت کا سرچشمہ

ہیں) تصوف کے ذریعے ان کو پیدا کیا جا سکتا ہے اور ابھارا جا سکتا ہے۔ اسی لئے تصوف کو اپنانے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا سب سے بڑا حق میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کو ہے جو بے دینی کی اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے طرز اور طریقے پر کسی بڑی اصلاحی تبدیلی کے لئے مصروف جدوجہد ہوں اور مادہ پرستی کی فضا کو خدا پرستی کی فضا سے بدلنا چاہتے ہیں۔

(4) تصوف سے دوری اور بے خبری کے دور میں میری یہ رائے تھی کہ تصوف کا قالب ہم کو بدل دینا چاہئے اور اس کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نئے سانچے میں اس کو ڈھال دینا چاہئے۔ لیکن بعد میں جب تصوف اور اس کے حاملین سے کچھ قرب پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ صورت اور قالب میں ترمیم اور تبدیلی کا عمل برابر جاری ہے اور خود ہماری اس صدی میں بھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ وغیرہ نے اپنے تجربہ اور اجتہاد سے اس میں بہت کچھ تجدید و ترمیم کی ہے اور زمانہ حاضر کے تقاضے کے مطابق اس کو بہت مختصر اور سائنٹیفک کر دیا ہے اور اب بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے اور بلا شبہ سلوک میں تجدید کے اس سلسلہ کو برابر جاری رہنا چاہئے لیکن اس کا پورا پورا یقین ہو گیا کہ یہ کام صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں جو اس فن کے امام اور خود اس سمندر کے شناور ہوں ورنہ اگر اس خدمت کی ذمہ داری میرے ایسے حضرات نے لے لی جنہوں نے نہ اس شعبہ کی تکمیل کی ہے اور نہ اس کے ساتھ ان کا گہرا عملی تعلق رہا ہے تو اس کا بڑا امکان ہے کہ اخلاص اور ذہانت کے باوجود تصوف میں ان کی اصلاح و ترمیم خدانخواستہ اسی قسم کی ہو جیسی کہ روایتی بڑھیا نے شاہی باز کی مرمت کی تھی۔ (جاری ہے)

## اطلاع

گوجرانوالہ حلقہ کے بھائی محمد اصغر بٹ کے والد صاحب اور اسلام آباد حلقے کے بھائی شمیم احمد (لاہور والے نسیم احمد کے بھائی) وفات پا چکے ہیں تمام برادران حلقہ سے گذارش ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

# بیگم مولانا عزیز گل (انگلستان)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

مولانا عزیز گل شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ساتھ مالٹا میں اسیر تھے۔ ایک انگریز عورت نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ پھر انہی کے مشورے اور خواہش سے مولانا عزیز گل سے شادی کرلی۔ یہ آپ بیتی اس نیک بخت مومنہ کی ہے۔ مولانا عزیز ابھی تک بقید حیات ہیں لیکن یہ خاتون اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکی ہے۔

میں اپنے والد چارلس ایڈورڈ اسٹیفورڈ اسٹیل کی ساتویں لڑکی ہوں۔ میں 1885ء میں حیدر آباد سندھ میں پیدا ہوئی۔ میرے والد صاحب انصاف پسند اور بات کے پکے انسان تھے۔ انہیں ہندوستان اور ہندوستانی لوگوں سے بڑا لگاؤ تھا۔ کبھی کبھی تو وہ خود کو سندھی کہہ دیا کرتے تھے۔ ہماری خاندانی نسبتیں بڑی عظیم تھیں مگر ہمارے والد کا کہنا تھا کہ شرافت کا معیار کردار ہے نہ کہ خون، بہر حال میں چھ سال کی ہی ہوں گی کہ مجھے تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا۔ مجھے سچی بات سے ہمیشہ سے پیار رہا میں ہر بات کا سبب کھوجنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔

میں ایک عیسائی کنبے میں پیدا ہوئی مگر عیسائی کسی ایک عقیدے میں بھی متفق نہیں ہیں۔ عیسائیوں کے بہت سے فرقے ہیں جو ایک دوسرے کو جہنمی کہتے ہیں اس لئے عیسائی مذہب مجھے گورکھ دھندا لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں مگر مجھے دعا سے بڑا شغف تھا اور میں اکثر ان دیکھے مالک سے لو لگا کر دعائیں کرتی رہتی تھی۔ جب میں جوان ہو گئی تو میں نے بائبل کو تنقیدی نظر سے پڑھنا شروع کیا۔ مجھے بائبل کے بہت سے بیانات ایک دوسرے سے متضاد محسوس ہوئے۔ مجھے بائبل کے کلام خدا ہونے میں شک ہونے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد میری شادی ہو گئی۔ مگر میرے شوہر ایک دنیادار عیسائی تھے۔ وہ میرے فکر و خیال کے ساتھی نہ بن سکے اس لئے میں نے فرصت کے وقت فلسفہ کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا مگر ان خیالی بھول بھلیوں سے مجھے کچھ نہ ملا۔

انہیں دنوں میں اپنے والد کے پاس ہندوستان آئی۔ میری 12 سالہ لڑکی اور 10 سالہ لڑکا میرے ساتھ

تھے۔ یہاں مجھے ویدانت پڑھنے کا موقع ملا۔ مجھے اس کے پڑھنے سے بڑی تسکین ملی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ چیز مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ ویدانت کے مطالعہ نے مجھے ہندو دھرم کے قریب کر دیا۔ میں کچھ عرصہ کے لئے ایک ہندو خانقاہ میں مہمان بن کر رہی اور بالآخر ہندو ہو گئی۔ مجھے راماکرشن کے ویدانتی سلسلے میں داخل کر لیا گیا' مگر مجھے یہ شرک سا محسوس ہوا چنانچہ میرا یقین ہل گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ حقیقت ابھی اور آگے ہے۔

میں اسی زمانے میں بیمار ہو گئی اور مجھے علاج کے لئے فرانس جانا پڑا۔ وہاں میرے سات آپریشن ہوئے۔ ہر آپریشن پر موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی میں چاہتی تھی کہ میں موت کے لئے تیاری کر لوں۔ میں نے سوچا کہ دنیا ترک کر دوں اور آخرت کی تیاری میں لگ جاؤں۔ لہٰذا میں واپس جب ہندوستان آئی تو میں نے سنیاس لے لیا۔ میں نے ایک سو آٹھ اپنشد پڑھے لیکن یہ کیا... یہاں بھی بائبل کی طرح کے ان گنت تضاد تھے۔ ان میں کونسی بات حق ہے اور کونسی غلط ہے یہ کیسے معلوم ہو میں ایک بار پھر الجھ گئی مجھے خوف ہو گیا کہ ایسی ذہنی الجھن میں میں کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ سنیاس سے میری روحانیت نہیں بڑھ رہی ہے بلکہ نفسیاتی کشمکش میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی زمانہ میں ہندوستان میں عدم تعاون کی تحریک چل پڑی۔ ہندوستانی ہندوستانیوں سے لڑ پڑے۔ الموڑہ بھی فسادات سے بچا نہ رہا۔ اس وقت میرے دل نے کہا کہ یہ خانقاہ میں بیٹھ کر دھیان گیان کا وقت نہیں ہے بلکہ باہر نکل کر زخمیوں اور دکھیوں کی مدد کرنے کا وقت ہے۔ میں نے اپنے گرو جی سے یہ بات کہی مگر انہوں نے کہا کہ ہم لوگ دنیادار نہیں ہیں۔ تم جن باتوں کے کرنے کو کہہ رہی ہو وہ سیاست کی باتیں ہیں ہم ان باتوں میں نہیں پڑتے۔

مجھے ان کے سوچنے کے اس انداز پر حیرت ہوئی۔ میں انہیں تو آمادہ نہ کر سکی' مگر خود خانقاہ سے نکل آئی۔ میں نے زخمیوں' مریضوں اور دکھیوں کی مدد کی اس سے دل کو چین ملا اور میں نے طے کیا کہ روحانی ترقی انسانیت کی خدمت کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے' خانقاہوں کی زندگی سے نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک آشرم کھولنے کا فیصلہ کیا' جس میں نوجوان لڑکوں کی اخلاقی تربیت کی جائے' اس آشرم میں میں نے ہندو' مسلمان کی قید نہیں رکھی۔ وہاں ایک مسلمان لڑکا داخلے کے لئے لایا گیا۔ یہ لڑکا اپنے والدین کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب تک میں مسلمانوں کے نظام حیات کے بارے میں معلومات حاصل نہ کروں' میں اس لڑکے کی تربیت کا حق ادا نہ کر سکوں گی اس نیت پر میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔

اب تک میں مسلمانوں سے ڈرتی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ مسلمان ایک قسم کے "ڈاکو" ہوتے ہیں

جو ہر قسم کا ظلم کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں یہ تو سراسر حق تھا اور دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ یہ عملی ویدانت تھا۔ آہ اب تک میں کن اندھیروں میں تھی۔ افسوس کہ یورپی مستشرقوں نے اسلام کی کتنی غلط تصویر پیش کی ہے۔ وہ مذہب جسے میں خونخوار بھیڑیوں کا مذہب سمجھتی تھی مکمل سچائی کا دین تھا۔ "میرے اللہ میں اب کیا کروں' میں نے تو ساری زندگی اکارت کر دی میں نے سوچا میں ہندو ہی رہوں یا ہندو مت کو چھوڑ دوں۔ میں نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ یہ ایک طرح کی موت تھی۔ قرآن مجھے زندگی کی طرف بلا رہا تھا۔ ایسی زندگی کی طرف جو آخرت کی زندگی کی بنیاد بنتی ہے مگر مشکل یہ تھی کہ میں ایک مقدس خانقاہ کی راہبہ تھی۔ لوگ مجھے پیار سے ماں کہتے تھے۔ میں مسلمان ہو جاؤں گی تو دنیا کیا کہے گی؟ مگر مجھے اپنی روح کو خلجان سے بچانا تھا۔ میں نے لوگوں کے کہنے کی پرواہ نہ کی۔ میں نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

میرے گرو بھائی بہت دہشت زدہ ہوئے مگر میں نے انہیں خلوص سے بتایا کہ اصل ویدانت یہ ہے کہ جو میں قبول کر رہی ہوں۔ میرے گرو بھائیوں نے کہا کہ یہ کام مسلمان ہوئے بغیر بھی جاری رہ سکتا ہے۔ ویدانتی رہ کر بھی تم قرآن کی راہ اختیار کر سکتی ہو۔ یہ بھی ویدانت کا ہی ایک سلسلہ ہو گا' مگر یہ بات میرے دل میں نہ اتر سکی۔ میں سمجھ رہی تھی راما کرشن نے حقیقت کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ان کے ذہن کی اپج اور ایک بھرم تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نام نہاد صوفی نے انہیں یہ بھرم دلا دیا ہو۔ میرے ہندو دوستوں نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو مسلمان نہ کہوں تو وہ مجھے آگرہ میں راما کرشن مشن کا مہنت بنا دیں گے' مگر مجھے دنیاوی لالچ نہ تھا۔ مجھے روح کے آرام کی ضرورت تھی' اس لئے میں نے ان کی بات کو رد کر دیا۔

اب ایک اور مشکل آئی۔ مسلمانوں نے مجھے مسلمان ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ہمیں ہندو بنانے کے لئے نیا روپ دھارن کر رہی ہے۔ میں خود شبے میں پڑ گئی۔ میں قرآن کو اپنا ہادی اور راہنما مان رہی تھی تو کیا یہ بات مسلمان ہونے کے لئے کافی نہ تھی۔ اپنے دل کی بے قراری کو دور کرنے کے لئے میں دیوبند گئی۔ میری لڑکی میرے ساتھ تھی۔ ہم دونوں بے پردہ تھیں۔ ہم نے مولانا حسین احمد مدنی سے ملاقات کی۔ اپنی بات ان کے سامنے رکھی اور پوچھا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

"تم حقیقتاً" "مسلمان ہو! مولانا نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر کہا "تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟"

مولانا حسین احمد صاحب کی عظمت ہم دونوں کے دل میں بیٹھ گئی۔ انہوں نے ہماری بہت خاطر کی۔ بعد کو وہ ایک بار مجھ سے ملنے منگلور بھی آئے تھے۔ انہی کے ساتھ مولوی عزیز گل بھی تھے۔ مولانا حسین

احمد انہیں بہت چاہتے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ دو دوست لڑکے ہوں۔ وہ ایک دوسرے سے معصوم مذاق کرتے' ایک دوسرے کی ہنسی اڑاتے اور کبھی کبھی ایک دوسرے کو چڑاتے بھی تھے۔ مجھے ان کی محبت پر رشک محسوس ہوتا۔

وہ دن بھر ہمارے پاس رہے۔ جب وہ چلنے لگے تو میں نے مولانا حسین احمد صاحب سے کہا کہ پھر وہ تشریف لائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو زیادہ نہ آسکوں گا مگر عزیز گل کبھی کبھی آیا کریں گے چنانچہ مولوی عزیز گل صاحب آتے رہے۔ میں ان سے پردہ اور دوسرے مسائل پر بلا جھجک بات چیت کرتی رہی۔ شروع میں میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ مولوی بڑے تنگ نظر ہوتے ہیں' مگر بعد میں پردے کی حقیقت مجھ پر کھلی تو میں ان کی وسعت نظر کی قائل ہو گئی۔

یہاں میں اسلام کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی کہ اچانک میرے شوہر کا خط آیا کہ اگر میں فوراً انگلستان نہ لوٹی تو وہ مجھے خرچ دینا بند کر دیں گے۔ بچوں کی تعلیم کا خرچ مجھ سے وصول کریں گے اور مجھ سے تعلق توڑ لیں گے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا نہ افسوس۔ میں مسلمان ہو چکی تھی۔ اب میں کسی عیسائی شوہر کی بیوی کیسے رہ سکتی تھی۔ رہا رزق تو یہ اللہ کی دین ہے' کم یا زیادہ ملے گا ہی۔

عزیز گل صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے میرا ہاتھ تھامنے کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ میں جانتی تھی کہ ان کے یہاں غربت ہے' افلاس ہے' پردہ ہے' مگر میرے لئے تو یہی اللہ کی پسندیدہ جگہ تھی۔ عزیز گل کے گھر میں مجھے زندگی کی حقیقی راحت ملی۔ وہ نہایت شریف اور مہربان شوہر ثابت ہوئے۔

یوں بھی وہ سید ہیں اور انہوں نے سیادت کی لاج رکھی ہے۔ ان کے اجداد عرب سے افغانستان اور افغانستان سے ہندوستان آئے تھے اور راہ حق کی مسافرت میں مشرق مغرب کے لئے ہماری راہ ایک تھی۔ ہماری منزل ایک تھی۔ ہماری روحیں ہم آہنگ تھیں۔ ہم دونوں اللہ کے پیارے نبی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس راہ میں میری بیٹی' میرا بیٹا اور میرا بھائی سب مجھ سے ہمدردی کرتے رہے۔ انہوں نے مجھے حق کی راہ میں قدم بڑھانے سے روکا نہیں۔ میری زندگی کا ایک سفر ہے وہ "برسوں کی محرابوں" سے گزر کر اسلام کی حسین وادی میں ختم ہو رہا ہے۔

(بشکریہ ہم کیوں مسلمان ہوئے)

# دل کے رموز

(ڈاکٹر ہلوک نور باقی)

ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم ولھم عذاب عظیم

ترجمہ! "اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں" (البقرہ آیت 27)

یہ آیت قرآن کے سب سے زیادہ اہم سائنسی شاہکاروں میں سے ہے۔ یہ قطعی ناممکن ہے کہ اس کو سمجھے بغیر اور اس میں دیئے گئے سائنسی حقائق کا ادراک حاصل کئے بغیر خود انسان کو ہی سمجھا جا سکے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دل گوشت کے ایک لوتھڑے کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ کہ مصنوعی دل بھی ان کی مدد کر سکتا ہے وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جس کی بنیاد جہالت ہے۔ قرآن جو کائنات میں تمام دانائیوں کا منبع ہے انسان کی تشریح اس کے اس سب سے زیادہ پر اسرار اور اہم مرکز کی نسبت سے کرتا ہے۔ جو لوگ میری تحریروں میں ان پچاس آیتوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں جو عظیم سائنسی عجوبوں کو ظاہر کرتی ہیں یہ سوال پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن کے ان معجزات کے باوجود لوگ فوراً ایمان کیوں نہیں لاتے؟ کیا ان کے پاس دماغ اور عقل نہیں ہے؟ قرآن اس کا یہ جواب دیتا ہے۔ "ان کے پاس دماغ تو ہیں لیکن ان کے دل نہیں ہیں"

جیسا کہ ہم پہلے کرتے رہے ہیں آئیے سب سے پہلے ہم اللہ کے فرمان میں دیئے گئے پیغامات کی نشاندہی کرلیں۔

(1) دل کے ساتھ دو بنیادی حسی اعضاء یعنی آنکھ اور کان کے تعلق کو زور دے کر بیان کیا گیا ہے۔

(2) اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ دل ہی انسانی شعور اور ادراک کا مرکز ہے اور انسان سچائی اور حقائق تک کبھی نہیں پہنچ سکتا اگر خالق مطلق اس کے دل پر مہر ثبت کر دے۔

(3) اگرچہ ظاہراً آنکھ کان اور دل اپنا اپنا کام کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن یہ جانچنے پرکھنے کی خوبی سے، جو کہ ان کی اصل ہے، عاری بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ان اعضاء کے ذریعے کائنات میں انسان جو سب سے زیادہ عظیم الشان کامیابی حاصل کر سکتا ہے وہ اللہ کی پہچان ہے۔ اگر وہ اس راز کو نہیں پا

سکتا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اعضاء اپنی اصل صلاحیتوں اور خوبیوں سے بالکل عاری ہیں۔ یہی وہ علم کی گہرائی ہے جو سائنس کے اندر موجود ہے۔

(4) انسان کو جو چیز انسان بناتی ہے وہ دل کا وجدان یا الہام ہی ہوتا ہے۔

(5) آنکھ اور کان محض حسی ذرائع ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنے عام کاموں کے علاوہ فیصلہ کرنے اور شعور کے حامل بھی ہوتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کو سمجھنے اور اس کی تشریح کرنے سے پہلے ہمیں اس عضو جسے دل کہتے ہیں' کے تمام پہلوؤں سے واقفیت حاصل کر لینا چاہئے۔ یہاں ذیل میں' میں دل کو سائنسی اصطلاحوں کے ذریعے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں ایک تاریخی جواب پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس کے لئے میں ان لوگوں کے معاملے میں اس آیت کے عظیم الشان معانی میں پناہ ڈھونڈوں گا جو در پردہ طور پر ضمیر' محبت اور ایمان کے خلاف کام کرتے ہوئے سالہا سال سے یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ دل تو عام قسم کے پٹھوں کا ایک لوتھڑا ہے۔ نیچے بیان کردہ تفصیلی معلومات سے یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم اپنے اصل مضمون سے ہٹ رہے ہیں۔ اس لئے کہ دل کا صرف خون کی تقسیم کا کام ہی خدائی دانائی کا ایک عظیم مظاہرہ ہے۔

یہ دل کس نوعیت کا عضو ہے؟

اس کے ایسے کون سے مخصوص خواص اور کام ہیں جو اسے دوسرے اعضاء سے ممتاز کرتے ہیں؟

بناوٹ کے لحاظ سے تو دل سینے پر مٹھی کے برابر ایک عضو ہے مگر دراصل یہ ایک بیحد مختلف عضو ہے جو جسم کے سب سے دور اور آخری خلیے تک پہنچتا ہے) اس لئے کہ وہ حصے جنہیں ہم خون والی رگیں کہتے ہیں' محض دل سے جڑے ہوئے پائپ ہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو خود دل کی اپنی توسیع ہوتی ہیں۔ اعضاء کی تشریح کے علوم (اناٹومی) اور جنین کی نمو کا علم (امبریالوجی) بھی اس ناقابل تردید حقیقت کی شہادت دیتے ہیں جیسا کہ ذیل میں تفصیل دی جائے گی۔ دل سب سے دور خلیے کو بھی ایک ایک مالیکیول کر کے زندگی پہنچاتا ہے۔ اور ایسے حساب کتاب میں جس میں ہزاروں کمپیوٹروں کی ضرورت ہو یہ ذرہ بھر بھی غلطی نہیں کرتا۔ ہر جسم میں مختلف خواص یا حالات پائے جاتے ہیں۔ جن میں متواتر طور پر لمحہ بہ لمحہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن دل ایک عظیم ریاضی دان کی طرح انتہائی مہارت سے اس کا شمار یا تخمینہ لگاتا ہی رہتا ہے۔ اس طرح یہ جسم کے تمام اعضاء کے تمام حیاتیاتی اعمال کو جاری و ساری رکھتا ہے۔ یہ شمار اور تخمینے کسی طرح بھی ایک کہکشاں کے طبعی ڈھانچے سے کم اہم اور کم حیران کن نہیں ہیں چونکہ دل کے متعلق

سمجھ بوجھ کو اس نکتے کے سمجھنے کے بعد ہی آگے بڑھانا چاہئے تو اس مضمون کو میں چند مثالوں سے واضح کرنا چاہوں گا۔

فرض کریں آپ کچھ پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں دل دماغی یادداشت کے مراکز میں موجود شریانوں کو کھلا کر دے گا۔ اور آرام کی حالت میں ہونے والے معدے کی نسیں فوراً سکڑ جائیں گی۔ اگر اسی وقت آپ دودھ کا ایک گلاس پئیں تو یہ نسیں دوبارہ پھیل جائیں گی۔ یہاں تک کہ مناسب توازن دوبارہ برقرار ہو جائے گا۔ فرض کیجئے آپ دوڑ لگانا چاہتے ہیں اور آپ کے پٹھوں کو زیادہ خون کی ضرورت ہو گی، اس وقت دل اپنے دھڑکنے کی رفتار کو بڑھا دے گا۔ اس قسم کے صحیح صحیح اندازے لگانے کو دل کے "زندہ" ہونے کی نشاندہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیا ان حقائق کو جھٹلاتے ہوئے آپ اب بھی دل کو سینے کے اندر ایک عامیانہ قسم کے گوشت کا لوتھڑا کہہ سکتے ہیں؟

اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ دل اپنی نسوں کی لمبائیوں کے ذریعے جسم میں دو کھلے شگافوں والے مقامات تک رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مقامات ہیں پھیپھڑے اور گردے۔ پہلے مقام پر آکسیجن کے ذریعے خون کی صفائی ہوتی ہے جب کہ دوسرے مقام پر خوراک کی باقیات صاف کی جاتی ہیں۔ آپ دیکھئے کہ یہ دونوں عمل دباؤ (پریشر) کی ایسی نازک ترین تراتیب سے سرانجام دیئے جاتے ہیں کہ جن کا تصور بھی مشکل ہے۔ پریشر میں چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی خون کے پھٹ کر باہر نکلنے کا باعث ہو گی یا پھر نسوں سے اس کی واپسی مشکل ہو جائے گی۔ ایک غیر معمولی ذہانت کے مالک GENIUS کی مہارت کے ذریعے جس طرح ہوتا ہے ان توازنوں کے تخمینے لگانے کے لئے دل بھی باری باری پھیلتا اور سکڑتا ہے اور یہ عمل خدائی شان کے حسن کی ہم آہنگی کے ذریعے ایک دن میں ایک لاکھ مرتبہ تک واقع ہوتا ہے اور جدید ترین مگر حیران کن دریافت یہ ہوئی ہے کہ دل ہارمون پیدا کرنے والے غدود (GLAND ENDOCRINE) کا کام سرانجام دیتا ہے، اور ایک ایسے مائع کا اخراج کرتا ہے جو دوسرے ہارمونز کے ساتھ مل کر اس ہم آہنگی میں دل کی مدد کرتا ہے۔

دل اس وقت بھی حیات کے بیحد دلچسپ اور حیرت انگیز نمونے پیش کرتا ہے جب وہ رحم مادر میں خون کی نسوں کے ساتھ ساتھ بڑھنے کے عمل میں ہوتا ہے۔ یہ والو (VALVE) (پتلی جھلی دار نلکی) کی تشکیل کا عجوبہ ہوتا ہے۔ دل کے اندرونی اور بیرونی ٹشوز چار تھوں کی صورت میں ایسے شاندار اور پیچ دار چکروں کی تشکیل کرتے ہیں کہ جیسے شاہی پردے ہوں۔ ان سے ٹرائیکسڈ، ہلمنزی، اے اور ٹک اور مائیٹر،

والوز حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے دل خون کو اندر اور باہر پمپ کرتا ہے۔ یہ پردے بعد ان لڑیوں کے جو دل تک پہنچتی ہیں دل میں تقریباً ایک لاکھ مرتبہ اس طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں جیسے کہ اللہ عزوجل کے ہاتھوں ترتیب دیا ہوا ایک خوبصورت سین پیش ہو رہا ہے۔ ریشمی کپڑے کی پٹیاں جیسے یہ والو بیحد نزاکت سے ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصے میں بند ہو جاتے ہیں۔ یہ سکڑنے کا عمل ایک سیکنڈ کے سویں حصہ میں واقع ہوتا ہے اور یہ آہستہ آہستہ بتدریج کھلتے ہیں۔ یہ حرکت اس طرح لہراتی ہوئی سی ہوتی ہے کہ جیسے واپس ہوتے ہوئے خون کے لئے پردے بیحد خوبصورتی سے گرائے جا رہے ہوں اور پردے آہستہ آہستہ تھرکتے ہوئے لگتے ہیں۔ یہ سارا عمل ایک عبادت کی طرح ہوتا ہے "والو" کی یہ ریاضیاتی دوستی ایک ایسا شاندار اور عظیم کمپیوٹر والا عمل ہوتا ہے کہ اگر اس سکڑنے کے عمل میں ہزاروں خلیوں میں سے ایک بھی غلطی کر جائے تو جان کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

دل کا ٹشو ایک اور عظیم خدائی دانائی کا مظہر ہوتا ہے۔ تمام اعضاء ایسے ٹشو سے بنتے ہیں جو خود بھی مخصوص خلیوں سے بنتے ہیں۔ دل کے ٹشو ایک خاص جسامت رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر انہیں پٹھوں والے خلیے کہا جا سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ جسامت میں دیگر تمام پٹھے والے ٹشوؤں سے علیحدہ قسم کے ہوتے ہیں۔ دل کے تمام خلیے اس طرح آپس میں مطابقت رکھتے ہیں یعنی (SYNCHRONIZED) ہوتے ہیں کہ جیسے وہ ایک ہی خلیہ ہوں۔ ان کا عمل لازمی طور پر علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتا۔ مزید اہمیت کی بات یہ ہے کہ پٹھوں کے تانے بانے اس طرح عصبی ٹشوؤں (NERVES) سے گتھے ہوتے ہیں کہ دل کو عصبی پٹھوں والا ٹشو کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دل کے پٹھے کے اندر اور باہر دو عصبی مرکز ہیں۔ اور اس کے علاوہ دل کی دیواروں کے درمیان عصبی نسوں کا ایک بنڈل سا ہے۔ ان تین عصبی مرکزوں کو چھوٹے دماغوں سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور یہی چھوٹے ہیڈ اوپر بیان کردہ تمام کاموں کا حساب اور شمار کا انتظام کرتے ہیں۔ دل کا ایک علیحدہ دماغ میں سیریبرل (CEREBRAL) کا نظام ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اس امر کے باوجود ہے کہ ایک اور واضح نس بھی دل کو دماغ سے ملاتی ہے۔ علم اجسام کے بہت سے ماہرین نے اس حقیقت کو مان لیا ہے کہ دل کا ہر ایک خلیہ خود اپنی بجلی (برق) پیدا کر سکتا ہے اور یہ آزادانہ طور پر ایک عصبیانہ (NEURON) کی طرح کام کرتا ہے۔ یہ دل کے اپنے الگ سے موجود نروس سسٹم کی برکت ہے کہ اگر دل تک دماغ سے آنے والی بجلی منقطع بھی ہو جائے تو تب بھی دل اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے۔ اس اہم اور بیش قیمت نروس سسٹم کے علاوہ اورٹا AORTA کے نزدیک عصبی بافتوں کا ایک ایسا جنکشن سا ہوتا

ہے جو دل اور ثمر بخش نروس سسٹم کے درمیان ایک رشتہ یا بندھن سامہیا کرتا ہے اور اسی جنکشن کے ذریعے ندوددوں سے متعلق اور جذبات کے اثرات سے متعلق پیغامات بھی دل کو پہنچتے ہیں۔

دل کی جھلی بھی خدا کی شاہکار نمونہ ہوتی ہے۔ اس دو تہوں والی جھلی کا یہ کام ہوتا ہے کہ جب وہ دھڑکتا ہے تو اسے نزدیکی واقع اعضاء سے محفوظ رکھے۔ اس مقصد کے لئے اس جھلی کی باہر والی دیوار ایک تو دل کو پسلیوں کے نزدیک سینے سے چپکائے رکھتی ہے۔ دوسرے یہ اپنے اور اندرونی جھلی کے درمیان جگہ میں ایک مختصر سی رطوبت چھوڑتی رہتی ہے۔

اس رطوبت کو دل کی پوری سطح پر اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ جیسے ایک بے حد نازک ٹیوننگ (TUNING) کی گئی ہے۔ اس سے دل کی باہر والی سطح سوکھنے نہیں پاتی۔ یہ رطوبت ضرورت سے زیادہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر ٹیوننگ ڈسٹرب ہو جائے اور رطوبت خشک ہو جائے تو ہمارا دل اس طرح زخمی ہو جائے گا۔ جیسے کہ وہ خاردار تاروں میں پھنس گیا ہو۔ اگر دوسری طرف یہ رطوبت زیادہ ہو جائے تو دل کی دھڑکن بند ہو جائے گی۔ اس جھلی کے خلیے صرف اللہ ہی کے حکم کے مطابق اس رطوبت کو بے تکان اور مسلسل ترتیب دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہی وہ حیاتیاتی عجوبہ ہے جو دل کی بناوٹ کا اصل حصہ ہے۔

دل سے متعلق سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ پہلوؤں میں سے ایک' اس کی مخصوص برقی مقناطیسی بناوٹ ہے۔ مگر دوسرے ٹشو کے مقابلے میں دل میں اس کرنٹ کی مقدار یا طاقت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ اسے جسم کے تمام حصوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ برقی کرنٹ دل کے عمل کرنے کے طریقے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس کو ایک کاغذ پر گراف کی صورت دی جا سکتی ہے اس سے اس وقت دل کی صحت کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اسے الیکٹرو کارڈیو گرام یا مختصر طور پر ECG کہتے ہیں۔

دل کے سب سے کم مشہور مگر اہم سائنسی پہلو اس کے مقناطیسی میدان ہیں۔ دل کو قدرت نے چھاتی کے گڑھے میں بے ترتیبی یا بلا کسی مقصد کے نہیں رکھ دیا ہے اس کے برخلاف یہ ایک الیکٹرونی عضو ہے جس کو ہزاروں زاویوں کے تخمینوں کے بعد اپنی جگہ پر لگا دیا گیا ہے۔ یہ اس طرح ہوتا ہے جیسے ریڈار کا رسیور۔ اس کے بالکل صحیح جگہ پر لگانے کی وجہ سے اور تین مختلف حصوں کی مدد سے ایک مقناطیسی میدان تشکیل دیتا ہے۔ ان میں سے پہلے وہ مقناطیسی سطح ہوتی ہے جو مرکز سے بائیں طرف جھکی ہوتی ہے۔ دوسری وہ عمودی سطح ہے جو دل کے دائیں کونے سے گزر کر انسانی دھڑ کے متوازی ہوتی ہے تیسرا

مقناطیسی میدان اس شکل میں ہوتا ہے جو بائیں کندھے سے شروع ہو کر جگر کے اوپری کنارے تک پہنچتا ہے۔ یہ تیسرا اور آخری محور جو ECG پر دل کی اصل سمت کو ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ دل کے دھڑکنے کا انحصار برقی طور پر ہوتا ہے اس لئے اس کے مقناطیسی نظام کا منظم ہونا بھی بے حد اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں ایک بہت اہم نکتہ پوشیدہ ہے۔ دل کے عمل سے پیدا ہونے یا بننے والا مقناطیسی میدان سارے جسم کے خلیوں پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ یہ جسم کے ہر مقام کو اپنی توانائی کے نظام کی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ چنانچہ دل تمام پر اسرار مجیوں کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ مثلاً قدیم چینی علم میں جسم و آکوپنچر والے مقامات سے لیکر اس جسمانی مقناطیسیت تک کو جو انسانی بدن کو گھیرے میں لئے ہوتی ہے اس کے اسرار ظاہر کرتے ہیں۔

میں اپنے قارئین سے درخواست کروں گا کہ آیت کریمہ کی اس موضوع کی تفصیلی معلومات سے مطابقت قائم رکھنے کے لئے میرے بیان پر غور کرتے رہیں۔ اس لئے کہ دل کی سائنسی موشگافیوں اور اہم نازک اعمال کو سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں دل کی بناوٹ کو بھی سائنٹفک طریقے سے سمجھنا چاہیے۔ میں ابھی اس بات کی وضاحت کروں گا کہ کس طرح دل مادی اور روحانی تجربات کے لئے ایک مشترکہ مقام (INTERFACE) ہے اس کے مادی وجود کی حیران کن خصوصیات جسمانی مقناطیسی میدان کے ساتھ انتہائی بلندی پر پہنچ جاتی ہیں۔

اب دیکھئے کہ دل کو یہ مقناطیسی ڈھانچہ اس وقت کیسے ودیعت کیا جاتا ہے جب وہ اپنے حیات بخش جادو کے ذریعے جسم کے آخری خلئے تک بھی پہنچتا ہے؟ اور جسم کے کسی حصے میں ہونے والے کسی بھی واقعے کی نشاندہی دل کے اس الیکٹرانی (ELECTRONIC) نظام کے ذریعے کس طرح ہوتی ہے؟ جسے اب حیاتیات کے علم الابدان (فزیالوجی) نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور دل کا اپنا الگ چھوٹا سا (ARTIOVENTRICULE دماغ یا A-V کمپلیکس) ہوتا ہے جب کہ جسم کے دیگر تمام اجزاء ایک نس کی تار کے ذریعے دماغ کے ساتھ ملے ہوتے ہیں یہ تمام عجائبات یہ ثابت کرتے ہیں کہ دل ایک عام قسم کا پمپ نہیں ہے بلکہ اس میں تو اللہ کی ایک انتہائی حیران کن اور خوبصورت ترین صنا پوشیدہ ہے۔

اگر ہم دل کے جذباتی پہلو کو دیکھیں گے کہ دل کا جذباتی اثر عام قسم کے نروس سسٹم سے بہت بلند و بالا ہوتا ہے۔ ایک شخص وہ اپنے محبوب یا محبوبہ سے محو کلام ہو تو اسے بھوک یا درد کا احساس نہیں ہوتا۔ شجاعت کی دل سوز کہانی سنتے ہوئے آپ کی آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی ہیں۔ اس تجربے میں دماغ یا نروس

سسٹم کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ آپ کو اس موقع پر صرف دل ہی کے نزدیک کچھ اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ یا دماغ آپ کے دل کو ایک نیوز کی طرح مضبوطی سے بھینچتی ہے محبت کے زیر اثر آپ سینے میں ایک گرمی' جوش اور سرخوشی محسوس کرتے ہیں۔

آج کل کے روسی سائنسدانوں نے بھی دل اور ثمر بخش نروس سسٹم کے علاوہ اس تیسرے نظام کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ انسانی سینے کے اندر یہ ایک ایسا حیران کن فعل ہوتا ہے جس کے مقام کو متعین نہیں کیا جاسکتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس نروس سسٹم کا مرکز دل ہی ہوتا ہے جو دماغ سے بالا یا ماورا جذباتی واقعات کو اپنے ہی ساتھ ہم آہنگی عطا کرتا ہے۔ یہ حقیقت جس کی دہلیز پر سائنس ابھی ابھی پہنچی ہے انسان کی ہستی کا ایک بنیادی راز ہے۔ اب میں قرآن کے لا محدود اور عظیم کائناتی علم کی روشنی میں اس نظام کو بیان کروں گا۔

نروس سسٹم بالواسطہ طریقے سے تمام اعضاء کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک طرف تو دونوں' یعنی مرکزی نروس سسٹم اور پھر جسم کی ایک مخصوص جگہ کا ثمر بخش نروس سسٹم دل کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف خود دل بھی اپنے طور پر ان سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسے بندھنوں کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا' مگر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تارے کی شکل جیسی عصبی بافتوں کے اس جنکشن کے ذریعے جو شہ رگ کے نزدیک واقع ہوتا ہے دل تمام تر ثمر بخش نروس سسٹم کو مدد پہنچاتا ہے۔ دل سے شروع ہو کر نروس سسٹم کے مراکز تک پہنچنے والے اثرات' گردوں کے نزدیک واقع ہارمون خارج کرنے والے غدودوں (اڈرینل گلینڈز) تک پہنچتے ہیں اور ان غدودوں تک بھی پہنچتے ہیں جن کے عمل سے آنسو بن کر نکلتے ہیں۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ دل اپنے مقناطیسی میدان کے ذریعے ثمر بخش (وجیٹیٹو) نروس سسٹم پر بھی اپنا کنٹرول قائم رکھتا ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کی دقیانوسی تنگ بندی اب بہت دور کی بات ہو چکی ہے۔ اب ہم تو اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ دل کم از کم برقی مقناطیسی پیغام رسانی کا ایک اہم ذریعہ تو ضرور ہے۔

ہمارے جسم میں مرکزی نروس سسٹم اور دماغ جہاں ریکارڈ رکھے جاتے ہیں' ایک ایسا کمپیوٹر نظام ہے جہاں سے جسم کے مختلف حصوں کو حرکت کے حکم جاری کئے جاتے ہیں۔ جب کہ سسٹم کے ثمر بخش (وجیٹیٹو) حصے کئی پہلوؤں پر مشتمل ایسا نظام مرتب کرتے ہیں جو جذباتی اثرات اور دیگر بہت سے پیچیدہ اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ دوسری طرف ایک تیسرا نظام جو اہم پیمائشوں کو ظاہر کرتا ہے وہ دل ہے جو ہمارے

پورے مادی اور روحانی وجود کو ایک اکائی میں پرو کر برقی مقناطیسی بندھنوں کے ذریعے دماغ اور دوسرے ٹشوؤں سے جوڑتا ہے۔

ہمیں زمین پر بھیجنے سے قبل ہمارے پیارے رب نے ہمیں دو انتہائی اہم اوزار عطا کر دیئے ہیں۔ ایک ذہن یا فہم و فراست ہے جو دماغ کے کمپیوٹر میں آنے والی معلومات کی چھان بین کے عمل کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ دوسری طرف دل ہے جو علم اور وجدان کو خود تخلیق کرتا ہے۔ اس کو اس سلسلے میں کسی اور عضو کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل ہی اس عمل و ادراک کی توجیح اور تشریح کرتا ہے ہم دماغ کے ذریعے بحث و تمحیص کر کے معلومات کو اس طرح استعمال میں لاتے ہیں کہ منطقی نتائج حاصل ہو جاتے ہیں۔ مگر دل کے ذریعے ہم علم کو پیدا بھی کر سکتے ہیں اور اس کا مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس عجوبے کا نام وجدان ہے۔ وجدان دماغ میں سٹور کی ہوئی معلومات ہی کا مرہون منت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو اس خدائی راز کے ذریعے علم کا حصول ہوتا ہے جسے ہم شعور یا ادراک کہتے ہیں۔ ہمارے رسول ﷺ کی عظیم ترین ہستی کا امی (ناخواندہ) ہونے کا راز بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے دنیوی احساس سے ماورا عظیم سچائیوں کو اپنے پاک دل کے شعور کے ذریعے ہی بیان کیا۔

اسی وجہ سے سورۃ البقرہ کے شروع میں ایمان بالغیب کہا گیا ہے۔ یہ اس حقیقت کی بناء پر ہے کہ قرآن براہ راست دل کو مخاطب کرتا ہے اور اس کے جواب میں صرف دل ہی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ دراصل ذہن نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی محسوس کر سکتا ہے کہ کائنات کے تمام ذرے اللہ کے نام کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ایٹم کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن دل' اگرچہ وہ دیکھ نہ بھی سکے اس حقیقت کو محسوس کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حلق سے اترنے والے پانی کے ہر ایک ذرے (مالیکیول) کی حمد کی موسیقی کو بھی سن رہا ہوتا ہے۔

چنانچہ اسی ہی حقیقت پر بنیاد ہے اس قرآنی ارشاد کی کہ جب دل پر مہر لگی ہوئی ہو تو آنکھوں اور کانوں سے دیکھنے اور سننے کی صلاحیتیں غائب ہو جاتی ہیں اور اس طرح مرکز سے شروع ہو کر پورے ثمر بخش نروس سسٹم میں پھیل جانے والے عمل کے ذریعے دل ہی آنکھ اور کان کو ایسا شعور اور ادراک عطا کرتا ہے جو روشنی اور آواز کے مادی حساب کتاب سے اعلیٰ اور علیحدہ ہوتا ہے۔ مزید برآں دل اپنی برق مقناطیسی قوت کے ذریعے جو آنکھ اور کان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہو' دیکھنے اور سننے کی صلاحیتوں میں اضافہ کر دیتا ہے۔ آیئے اب اس اثر کو سائنسی نکتہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

جب آپ ایک خوبصورت دوشیزہ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو فوراً احساس ہو گا کہ کس طرح آپ کے دل کی مقناطیسی سطح یا میدان گونج اٹھتا ہے اور نتیجتاً آپ کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ آپ کی محبوبہ ہستی کی آواز کا مادی پیمانہ چاہے کیسا بھی ہو کیا آپ اس احساس مسرت کو بیان کر سکتے ہیں جو وہ آواز آپ پر مرتب کرتی ہے؟ کیا آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ جب آپ ہزار سال پرانی المیہ داستان بھی سنتے ہیں تو کس طرح آپ کے دل کی مقناطیسی سطح لرز اٹھتی ہے اور کس طرح فوراً بعد آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں؟ یہ سارا سلسلہ دل ہی سے شروع ہوتا ہے اور آنسو پیدا کرنے والے غدود اور اس کی نالی اپنا کام صرف دل کے حکم پر ہی کرتے ہیں۔ یہ عجوبہ قسم کی صلاحیت صرف دل ہی کو حاصل ہے۔ دل اور اس کی شریانوں سے پیدا ہونے والی تکلیف سارے ثمر بخش (ویجی ٹیٹو) اعصابی نظام میں پھیل کر پورے جسم کی مقناطیسی سطح تک پھیل جاتا ہے اس کی وجہ سے ہی ہم پژمردگی، کمزوری اور شدید تکان محسوس کرتے ہیں۔ ہماری ہر بھوک بلکہ جنسی خواہشات ... باتی ہیں۔

ایک بعید اہم حقیقت ایک اور چیز کو کھلے طور پر ثابت کرتی ہے اور و... ے الہام یا پہلے سے آگاہی۔ پیشگی آگاہی یا الہام محسوس کر لینے کا وہ آرٹ ہے جو دماغ کے کمپیوٹر کی سکرین پر ظاہر نہیں ہوتا۔ بے چینی یا مسرت کا احساس دل ہی کی حیران کن اور خوبصورت صلاحیتیں ہیں۔ دل ایک ایسا آلہ یا مانیٹر ہے جو وقت کے محور میں کائنات کی تمام سچائیوں سے متعلق کسی واقع کے ہونے سے پہلے ہی اس کا ادراک حاصل کر لیتا ہے آپ کو ہر ایک پیغام دل کے ذریعے ہی ملتا ہے۔ دل کا یہ رازاس کے مادی وجود کی برقی مقناطیسیت سے بھی زیادہ اعلیٰ اور عظیم صلاحیت کا حامل ہے۔ ایسے الہام اس قدر زیادہ صراحت سے دل پر آتے ہیں کہ سائنس کے لئے یہ انتہائی حیرت، تجسس اور مدح و ثناء کے مقام ہیں

اس مقام سے آگے دل کی سب سے زیادہ حیران کن صلاحیت آشکار ہوتی ہے۔ وہ ہے اس کی محبت کی خاصیت۔

محبت کا جذبہ جسے کوئی مادی چیز یا کوئی سکرین ظاہر کرنے سے قاصر ہے۔ ایک طرح سے خود دل کے وجود کی وجہ تسمیہ ہے۔ اس کی ہمارے پورے وجود پر حکمرانی ہوتی ہے۔ دل آنکھ کے حجاب کے پیچھے سے انسانی وجود کے جس حسین پہلو کا نظارہ کرتا ہے وہ ہے محبت۔

محبت کی حسن و دانائی سے، جو صرف دل سے تعلق رکھتی ہے، انکار کرنا اس طرح ہے جیسے پوری کائنات کی نفی کر دی جائے۔ جب آپ محبت کا احساس اپنے اندر بھرپور طریقے سے محسوس کرتے ہیں تو

آپ کو اندازہ ہو گا کہ آپ کا دل اس وقت کس شدت سے دھڑک رہا ہوتا ہے۔

دل کی مادی خصوصیات سے ماورا خوبیاں' اس کے مادی عمل پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایک محبت بھرے جسم میں 150000 کلو میٹر کی نالیاں ایک بہتر کمپیوٹری نظام کے ذریعے زیادہ کشادہ اور زیادہ پر سکون ہوتی ہیں۔ نفرت بھرے دل اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیتے ہیں اور ان خلیوں کو بھی جن تک وہ نسوں کے ذریعے حیات بخش خون پہنچاتے ہیں۔ محبت ایک راز ہے یہ ایک خدائی امر ہے اور ایک ایسا پاکیزہ جذبہ ہے جو رب عظیم پہ ایمان کی برکت سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اللہ' جس نے انسان کو جو کائنات کی آنکھ کا تارا بنایا ہے' اپنے پاک اسرار سے دل کا معجزہ عطا کیا ہے۔ اس نے انسانی دل پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے ہیں۔ اب میں آپ کو انسان کے دل پر اللہ کا وہ آٹو گراف دکھانا چاہوں گا جسے میں پچھلے بیس سالوں سے مختلف مواقع پر شائع کرتا رہا ہوں۔

لفظ اللہ دل کے باہری جانب بائیں جھلی یا کان (آریکلا) اس طرح سے بنا ہوا ہے "۵۱" یہاں جو تصویر پیش کی جا رہی ہے وہ مشہور زمانہ سوباٹا اٹلس (صفحہ 60-61' 1952) ایڈیشن میں دی گئی ہے اور یہی دستخط صاف صاف طریقے سے ایبٹ کے مشہور زمانہ ٹرانسپیرنٹ اٹلس آف اناٹومی میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس آٹو گراف کو دیکھنے کے لئے ایک مردہ شخص کے دل کو دو طرفوں سے کاٹنا پڑے گا۔ اس لئے کہ یہ دستخط تہوں کی صورت میں اس طرح پائے جاتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہوتی ہے۔

چونکہ دل ایک منٹ میں اسی دفعہ دھڑکتا ہے تو یہ دھڑکن پر کھلتا ہے اور ہر مرتبہ ان دستخطوں کو ایک جھنڈے کی طرح کھول کر ظاہر کرتا ہے۔ یہ جھنڈا اربوں کی تعداد میں انسانوں کے دلوں میں اسی طرح ہر آن لہراتا رہتا ہے یہ ایسا آٹو گراف ہے جس پر خود اللہ نے اپنے نام سے دستخط کئے ہیں یہ اس آیت مبارکہ کا خوبصورت معجزہ ہے جس کی ہم اس باب میں تشریح کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رب جلیل نے یہ ارشاد کیا ہے کہ "میں نے دل پر اپنے دستخط کر دیئے ہیں وہ دل جو میری تخلیق کا شاہکار ہے۔ اگر تم اسے ایمان سے بھر نہیں لیتے تو میں اس پر یہ مہر لگا دوں گا"

یقیناً" بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ کی ایک خوبصورت تخلیق میں اس طرح ایمان نہ رکھتے ہوں گے۔ ان کا دعویٰ ہو گا کہ یہ ایک زبردستی کی ترجیح ہے۔ اور یہ کہ یہ مشابہت محض اتفاقی اور سطحی قسم کی ہے۔ یہ تو ایسے ہیں جو پوری کائنات ہی کو ایک اتفاق پر مبنی سمجھتے ہیں۔ ان کو یہی آیات مبارکہ یہ جواب دیتی ہے۔ "جب تمہارے دلوں پر ہی مہر لگ گئی ہو تو تم اپنی آنکھوں سے کس طرح دیکھ سکتے ہو"

وہ جن کے دلوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ پڑ چکا ہے وہ تو اپنی ناک کے نیچے بھی سچ کو نہیں پہچان سکتے۔

انسانی جسم میں موجود تیس ٹریلین ٹریلین ایٹمی مرکزے ہر وقت اللہ کے نام کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ یہ تسبیح تمام دنیاؤں میں نشر ہوتی ہے اور ہر جوہر کی مختلف صورت ہوتی ہے۔ چونکہ لادین لوگوں کے دلوں پر مہر لگی ہوتی ہے اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوتے ہیں تو انؐ کے دل اس مسحور کن خدائی موسیقی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جس موسیقی کے حسن کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اس طرح اس آیت کا ایک اور معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ "ان کے کان بھی بند ہو چکے ہوتے ہیں"

ہوا میں اڑتے ہوئے ایٹموں کی شاندار مسحور کن موسیقی سننے کے لئے اور کائنات کے اجسام کی لا محدود تسبیحات کی لہروں کی لے (ایٹمی مقناطیسی گونج) اور دل کے رموز اہل ایمان لوگوں کو یقیناً سنائی دیتے ہیں ورنہ تو انسان سوچے گا کہ کائنات گونگی بہری ہے۔

پوری کائنات میں شان الٰہی کا ظہور ہے۔ اگرچہ پردہ پڑی آنکھیں اس کا نظارہ نہیں کر سکتیں۔ یہ بات کہ مہر لگے کان کائنات کی لامتناہی موسیقی کو نہیں سن سکتے خدا کی عظمت کو نہیں چھپا سکتے۔ اللہ کا لا متناہی اور لامحدود آرٹ اپنے اسرار کو ہر وقت قائم رکھے ہوئے ہے۔ یہ صرف ان آنکھوں کو نظر آ سکتا ہے جن میں ایمان کے ذریعے صلاحیت حاصل ہو چکی ہو۔ شکر گزاری کی ابدی لہریں خود زمان و مکان سے بعید نہیں ہیں۔ بلکہ فضائے بسیط کی بڑے پیمانے کی اور انتہائی چھوٹے پیمانے کی کہکشاؤں کے درمیان رقص کناں ہیں۔

ایک دفعہ جب روحانی آنکھ پر پردہ پڑ جائے۔ جب کان اور دل پر مہر لگ جائے تب واقعی ہر چیز ختم ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص طویل سفر کر سکتا ہے وہ لکھ سکتا ہے، پڑھ سکتا ہے یہاں تک کہ حسابیت اور اعداد کو گن سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے موسیقی محض آواز کا زیر و بم ہو گا۔ اور جو کچھ وہ پڑھے گا یا سوچے گا اس کے لئے یہ کمپیوٹر کی سکرین پر ہندسوں سے زیادہ کچھ نہ ہو گا۔

وہ جو دل کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے کچھ دیکھا ہے۔ وہ ایک کارٹون جیسی فلم سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہر قسم کے فساد، غلط فہمی اور لگڑ بگڑ جیسی شدید لالچ والی زندگی ایک مہر شدہ دل کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے برخلاف جو کوئی دل کے خدائی راز کی کھڑکی سے مشاہدہ کرتا ہے وہ خدائی آرٹ کے حسن بے حساب و بے مثال کو اپنے سامنے پاتا ہے اور جو کھلے دل سے سنتا ہے اسے ہر شے اللہ کی تسبیح کرتے ہوئے سنائی دیتی ہے۔

# نماز جمعہ کا بیان

(حافظ محمد یاسین)

## یوم جمعہ کی فضیلت

جمعہ کا دن خدا کے نزدیک تمام دنوں میں افضل اور ممتاز ہے اس میں خدا نے چھ ایسی امتیازی خوبیاں جمع فرمادی ہیں جو کسی دن میں نہیں ہیں اور اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں۔

پہلی امتیازی خوبی یہ ہے کہ اس دن مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے وہ کسی مرکزی مقام پر ذکر اللہ کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ایک عظیم جماعت بنا کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں' اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس دن کو مسلمانوں کی عید کا دن قرار دیا ہے۔

ایک بار جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"مسلمانو یہ وہ دن ہے جس کو خدا نے تمہارے لئے عید کا دن قرار دیا ہے لہٰذا تم اس دن غسل کرو اور جس کو خوشبو میسر ہو تو کیا حرج ہے اگر وہ اس کو استعمال کرے اور دیکھو مسواک ضرور کیا کرو"

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس دن کو یوم عروبہ کہا کرتے تھے

اسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا' جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے' یہود کے ہاں ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا کیونکہ اسی دن خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات بخشی تھی عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے تمیز کرنے کے لئے اتوار کا دن از خود مقرر کیا۔

اگرچہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا نہ انجیل ہی میں کہیں اس کا ذکر ہے' عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان کی طرف تشریف لے گئے تھے۔

پھر 321ء میں رومی سلطنت نے ایک سرکاری حکم کے ذریعہ اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر

لیا۔

اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممتاز کرنے کے لئے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لئے اختیار کیا اور اسی بناء پر اس کو مسلمانوں کی عید کا دن کہتے ہیں' اس کے علاوہ پانچ دوسری خوبیاں یہ ہیں۔

1۔ اسی دن خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

2۔ اسی دن خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنا کر اتارا

3۔ اسی دن ان کی وفات ہوئی۔

4۔ اسی دن میں ایک ایسی مقبول گھڑی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں اپنے خدا سے جو حلال اور پاکیزہ چیز مانگتا ہے وہ ضرور اس کو عطا کر دی جاتی ہے۔

5۔ اور اسی دن قیامت آئے گی۔

## نماز جمعہ کی فرضیت

جمعہ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ ہی میں آگیا تھا لیکن مکہ کے سنگین حالات میں یہ ممکن نہ تھا کہ مسلمان کوئی اجتماعی عبادت کر سکیں اس لئے آپ ﷺ وہاں اس حکم پر عمل نہ کر سکے۔ البتہ جو اصحابؓ آپ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے تھے ان کے سردار حضرت مصعب بن عمیرؓ کو آپ ﷺ نے تحریری حکم نامہ لکھا۔

"جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے تو دو رکعت نماز پڑھ کر خدا کے حضور تقرب حاصل کرو"۔

یہ حکم نامہ پا کر حضرت مصعب بن عمیرؓ نے بارہ افراد کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا۔

پھر جب نبی اکرمؐ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو راہ میں چار دن قبا کے مقام پر قیام فرمایا اور پانچویں روز جمعہ کے دن وہاں سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا اور آپ ﷺ نے وہیں پہلا جمعہ ادا فرمایا۔

## نماز جمعہ کا حکم اور اہمیت

جمعہ کی نماز فرض عین ہے' قرآن و سنت اور اجماع امت سے اس کی فرضیت قطعی طور پر ثابت ہے' نیز شعائر اسلامی میں اس کا عظیم مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ: "مومنو جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو ذکر اللہ کے لئے دوڑ جایا کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو' یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ سے کام لو"

ذکر اللہ سے مراد خطبہ اور نماز ہے اور ذکر اللہ کے لئے دوڑنے سے مراد اہتمام اور توجہ کے ساتھ جلد از جلد پہنچنے کی کوشش ہے اور اس غیر معمولی تاکید کی حکمت یہ ہے کہ دوسری عام نمازیں تو جماعت کے بغیر بھی ہو سکتی ہیں وقت نکل جائے تو قضا بھی پڑھی جا سکتی ہیں لیکن نماز جمعہ نہ تو بغیر جماعت پڑھی جا سکتی ہے اور نہ وقت نکل جانے کے بعد اس کی قضا ہو سکتی ہے' اس لئے اذان سننے کے بعد یہ ہرگز جائز نہیں کہ "یاایھا الذین امنوا" کا مخاطب خرید و فروخت میں لگا رہے یا کسی اور مشغولیت کی طرف توجہ دے' حقیقت یہ ہے کہ ان چند لمحوں میں خدا کے حضور سجود و قیام کرنے اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے کا لازوال فائدہ دنیوی مصروفیات اور کاروبار کے قلیل اور ناپائیدار فائدے سے کہیں زیادہ ہے بشرطیکہ آدمی علم و شعور سے کام لے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

"جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس پر نماز جمعہ لازم ہے پھر جو کسی کھیل تماشے یا کاروباری مصروفیت کی خاطر اس سے بے پروائی برتے تو خدا اس سے بے نیازی برتے گا اور وہ پاک بے نیاز ہے"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

"لوگوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آ جائیں ورنہ خدا ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور پھر وہ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے اور فرمایا جس نے جمعہ کی اذان سنی اور پھر نماز کے لئے نہیں آیا' پھر دوسرے جمعہ کو سنی اور نہیں آیا اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کا دل منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے" (جاری ہے)

(ماخوذ "از آسان فقہ")

# زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل' ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں' روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں' کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

---

دنیائے اسلام کیلئے وقت کے اس اہم ترین سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے

## بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبد الحکیم انصاری رح

کی مندرجہ ذیل تصانیف ضرور پڑھیں

| | | |
|---|---|---|
| **تعمیر ملت** (دس ایڈیشن) | **چراغ راہ** | **حقیقت وحدت الوجود** |
| مجلد 260 صفحات قیمت -/100 روپے | پلاسٹک کور 300 صفحات قیمت -/100 روپے | پلاسٹک کور قیمت -/25 روپے |

---

ملنے کا پتہ

- ادارہ اسلامیات 190 نئی انار کلی لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- دیوا اکیڈمی پلاٹ نمبر 9' S.T بلاک نمبر 3 گلشن اقبال کراچی

براہ راست ہم سے بذریعہ وی پی منگوائیں تو ڈاک خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔

- مرکز تعمیر ملت سلسلہ عالیہ توحیدیہ پوسٹ بکس نمبر 600 گوجرانوالہ

# FALAH-E-ADMIAT

Registered No. CPL 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — اللہ — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

## بانی سلسلہ کی تصانیف

**"چراغ راہ"** خواجہ عبدالحکیم انصاری "سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم، نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کر دی گئیں ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطبات ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں۔

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان۔
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال۔
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے۔
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات۔
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے۔
☆ یوگا، ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکر ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟